رمضان 1443ھ
شوال المکرم
مئی 2022ء
ماہنامہ
خواتین
جلد:01
شمارہ:07

ویب ایڈیشن

وظائف ماہنامہ فیضانِ مدینہ مئی 2022ء

خوشحالی لانے والی سورت

(2) حضرتِ سیّدُنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: سورۂ واقعہ تونگری (یعنی خوشحالی) کی سورت ہے لہٰذا اسے پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

(مدنی پنج سورہ، ص103، روح المعانی، 27/183)
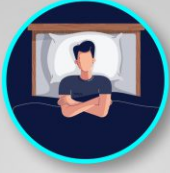
نیند نہ آنے کا روحانی علاج

(1) اگر نیند نہ آتی ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ 11 بار پڑھ کر اپنے اُوپر دم کر دیجئے، اِن شآءَ اللہ نیند آجائے گی۔

(بیمار عابد، ص26)

رشتے میں رکاوٹ کا روحانی علاج

(4) لڑکی یا لڑکے کے رشتے میں رکاوٹ ہو یا اس میں بندِش کا شبہ ہو تو روزانہ بعد نمازِ فجر باوُضو ہر بار بسمِ اللہ شریف کے ساتھ سُوْرَۃُ التِّیْن 60 مرتبہ پڑھئے۔ اِن شآءَ اللہ چالیس دن کے اندر اندر کام ہو جائے گا۔ (مینڈک سوار بچھو، ص24)

حضورِ اکرم گھر والوں کو دَم فرماتے

(3) پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم مُعَوِّذات (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔

(مسلم، ص929، حدیث:5714)

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور واٹس ایپ نمبر (صرف تحریری طور پر) پر بھیجئے: mahnamahkhawateen@dawateislami.net پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

مناجات

درد اپنا دے اس قدر یارب

درد اپنا دے اس قدر یارب
نہ پڑے چین عُمر بھر یارب

میری آنکھوں کو دے وہ بِینائی
تُو ہی آئے مجھے نظر یارب

وِرد میرا ہو تیرا کلمۂ پاک
جب کہ دنیا سے ہو سفر یارب

میرے جُرم و قصُور پر تُو نہ جا
اپنی رَحمت پہ کر نظر یارب

اُڑ کے پہنچوں میں شہر طیبہ میں
میرے لگ جائیں ایسے پَر یارب

زیر ہر دم رہیں تیرے دُشمن
دِین تیرا رہے زَبَر یارب

قادِری ہے جمیل اے غفّار
سب گُنہ اِس کے عَفو کر یارب

قبالۂ بخشش، ص102

از مدّاحُ الحبیب محمد جمیلُ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ علیہ

نعت

کرم جو آپ کا اے سیّدِ ابرار ہوجائے

کرم جو آپ کا اے سیّدِ اَبرار ہوجائے
تو ہر بدکار بندہ دَم میں نیکو کار ہوجائے

جو سر رکھ دے تمہارے قدموں پہ سردار ہوجائے
جو تم سے سر کوئی پھیرے ذلیل و خوار ہوجائے

جو ہوجائے تمہارا اس پہ حق کا پیار ہوجائے
بنے اللہ والا وہ جو تیرا یار ہوجائے

عنایت سے مِرے سر پر اگر وہ کَفشِ پا رکھ دیں
یہ بندہ تاجداروں کا بھی تو سردار ہوجائے

تمہارے فیض سے لاٹھی مثالِ شمع روشن ہو
جو تم لکڑی کو چاہو تیز تر تلوار ہوجائے

تمہارے حکم کا باندھا ہوا سورج پھرے اُلٹا
جو تم چاہو کہ شب دن ہو ابھی سرکار ہوجائے

قوافی اور مضامیں اچھے اچھے ہیں ابھی باقی
مگر بس بھی کرو نورؔی نہ پڑھنا بار ہوجائے

سامانِ بخشش، ص172

از: مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ

پاکیزہ زندگی

بنتِ طارق عطاریہ مدنیہ
ناظمہ جامعہ فیضانِ ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

قرآنِ پاک میں ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً (پ14، النحل:97) ترجمہ کنزالعرفان: جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے۔

تفسیر: فی زمانہ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی مال و دولت کی ریل پیل، وسیع و عریض تجارت، بینک بیلنس، نوکر چاکر، گاڑیوں اور بنگلوں کا حصول، اولاد کی کثرت، اعلیٰ منصب یا جاہ و جلال کو ہی اچھی زندگی سمجھا جا رہا ہے اور ایسی سوچ محض اسلامی تعلیمات سے دوری کی بنا پر پیدا ہو رہی ہے، کیونکہ ایسے لوگ سمجھتے ہیں شاید اسلام نے صرف اخروی زندگی کو ہی بہتر بنانے کا تصور پیش کیا ہے اور دنیاوی زندگی کی بہتری کا اس میں کوئی مناسب حل موجود نہیں۔ چنانچہ ایسی سوچ رکھنے والوں کے لئے سورہ نحل کی مذکورہ آیت میں واضح طور پر فرمایا جا رہا ہے کہ جو بھی اسلام کے بیان کردہ سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اللہ پاک اسے دونوں جہانوں میں پاکیزہ زندگی عطا فرماتا ہے۔

یاد رہے! جن لوگوں کو پاکیزہ زندگی کی دولت نصیب ہوتی ہے، تو اس سے مراد یہ نہیں کہ ان پر کبھی فقر و فاقہ یا بیماری نہ آئے گی بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اگر کسی تکلیف کا شکار ہوتے ہیں تو دو چیزیں انہیں پریشان نہیں ہونے دیتیں: (1) قناعت و سادہ زندگی اور (2) یہ عقیدہ کہ اس تنگی اور بیماری کے بدلے میں آخرت کی دائمی نعمتیں ملنے والی ہیں، جبکہ کافر و فاجر اس کے برعکس تنگ دستی و بیماری کے وقت بسا اوقات عقل و ہوش تک کھو بیٹھتا ہے اور فراخی عیش بھی نصیب ہو تو اس کو زیادتی کی حرص کسی وقت چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، وہ کروڑ پتی ہو تو ارب پتی بننے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔[1] یہی وجہ ہے کہ حیاتِ طیبہ ہر حال میں خیر و برکت والی ہوتی ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کا ہر کام خیر ہی خیر ہے۔ سوائے مومن کے اور کسی کو یہ بات حاصل نہیں۔ مومن پر اگر راحت آتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کیلئے خیر ہے۔ اگر اس پر کوئی دکھ آتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر اس کیلئے خیر ہو جاتا ہے۔[2]

نیک اعمال پر ثواب ملنے کیلئے چونکہ مسلمان ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان کی زندگی پاکیزہ نہ ہو تو ایسا اس کے ایمان کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی بد اعمالی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ پاکیزہ زندگی کے لئے ایمان و نیک اعمال ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جس طرح پھول کے لئے خوشبو ضروری ہے، اسی طرح کامل ایمان کے لئے نیک اعمال بہت اہم ہیں۔ اسی بات کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک کسان جب بیج بوتا ہے تو بے فکر ہو کر نہیں بیٹھ جاتا، بلکہ اچھی فصل کے حصول تک محنت و مشقت سے کام لیتا ہے اور آخر کار اس کی محنت کا صلہ اچھی فصل کی شکل میں اسے مل جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا دار العمل ہے، اس میں ہم جو کچھ بھی کریں گی اس کا صلہ آخرت میں پائیں گی۔ لہٰذا اگر پاکیزہ زندگی

گزارنا چاہتی ہیں تو ایمان پر ثابت قدمی کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بھی ہر دم بجا لائیے کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: تم میں سے جس نے دنیا میں نیک عمل کیا اللہ پاک اسے آخرت میں جزا عطا فرمائے گا اور جس نے دنیا میں کوئی برا کام کیا وہ اس کا صلہ دنیا ہی میں مصائب و امراض کی صورت میں پائے گا اور جس کے پاس ذرہ برابر بھی نیکی ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔[3] اور تفسیر قرطبی میں ہے: مومن جب قبر سے نکلے گا تو ایک حسین اور خوشبو دار صورت اس کا استقبال کرتے ہوئے کہے گی: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا: نہیں، مگر یہ کہ اللہ پاک نے تجھے پاکیزہ خوشبو دی اور تیری صورت کو حسن بخشا۔ وہ صورت کہے گی: تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا، میں تیرا نیک عمل ہوں۔ میں دنیا میں بہت عرصے تک تجھ پر سوار رہا، آج تو مجھ پر سوار ہو جا۔[4]

الغرض نیک اعمال کی بہت برکتیں ہیں، چند برکات پیشِ خدمت ہیں: ❁ اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا نصیب ہوتی ہے ❁ رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے ❁ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں ❁ نیک اعمال قبر میں اچھی اچھی اور پیاری شکل اختیار کر کے آئیں گے اور قبر میں راحت و سکون کا باعث بنیں گے ❁ نیک نامی ہوتی ہے ❁ عمر میں اضافہ ہوتا ہے ❁ میدانِ محشر کی ہولناکیوں سے بچائیں گے ❁ میزانِ عمل پر کام آئیں گے ❁ پل صراط پر گزرنے میں مددگار ثابت ہوں گے ❁ جنت میں داخلے اور درجے بلند ہونے کا ذریعہ بنیں گے ❁ عذابِ قبر و حشر سے نجات ملتی ہے ❁ دنیا و آخرت کی بھلائیاں ملتی ہیں ❁ دل کی سختی دور ہوتی ہے ❁ نسلیں سنور جاتی ہیں ❁ صحت، گھر بار، اہل و عیال، رزق اور روزگار میں برکات کا ظہور ہونے لگ جاتا ہے ❁ قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے ❁ ظاہری و باطنی امراض سے نجات ملتی ہے ❁ دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت نصیب ہوتی ہے ❁ گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت ہونے لگتی ہے ❁ اللہ پاک کا خوف بیدار ہوتا ہے ❁ اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کا ذہن ملتا ہے وغیرہ۔ چنانچہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر، گناہوں بھری زندگی سے منہ موڑ کر جلدی جلدی نیک اعمال میں لگ جانا ہی عقلمندی ہے۔

اگر ہم بھی نیک اعمال کی مذکورہ برکتیں پانا چاہتی ہیں تو بغیر وقت ضائع کئے نیک اعمال کو اپنی زندگی کا شعار بنالیجئے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

چند آسان نیک اعمال: بہت سے ایسے اعمال ہیں جن پر عدمِ توجّہ کے سبب ہم انہیں بجالانے سے محروم رہ جاتی ہیں۔ گھریلو کام کاج وغیرہ کی مصروفیات اپنی جگہ اگر ہم اپنی زبان کو ذکر و درود اور تسبیحات وغیرہ سے تَر رکھیں گی تو کاموں میں برکت بھی ہوگی اور نیک اعمال کا خزانہ بھی جمع ہوتا جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی کا جائزہ لیں تو بہت سے نیک کام بغیر کسی مشقت کے بھی کر سکتی ہیں۔ مثلاً ❁ پانچوں اذانوں کا جواب دینا ❁ ہر نیک و جائز کام کا آغاز بسم اللہ شریف سے کرنا ❁ والدین حیات ہوں تو ان کی زیارت کرنا ❁ ان کا ہر جائز حکم ماننا ❁ شادی شدہ ہیں تو شوہر کی اطاعت کرنا ❁ تسبیحِ فاطمہ پڑھنا ❁ فضول گفتگو، غیبت، بہتان تراشی، چغل خوری، ریاکاری، جھوٹ اور فحش گوئی وغیرہ گناہوں سے بچنا وغیرہ۔

نیک اعمال کا ذہن بنانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہو جائیے۔ امیر اہلِ سنت دامت برکاتہمُ العالیہ کی طرف سے اسلامی بہنوں کو عطا کردہ 63 نیک اعمال نامی رسالے میں ایسے ہی نیک اعمال مذکور ہیں جن پر عمل کی برکت سے پاکیزہ زندگی کا حصول ممکن ہے، لہٰذا اس رسالے پر استقامت کے ساتھ عمل کو اپنا شعار بنالیجئے۔ ان شاء اللہ نہ صرف جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا بلکہ ہماری زندگی بھی پاکیزہ زندگی بن جائے گی۔

---

(1) تفسیر خازن، 3/142-141 مفہوماً (2) مسلم، ص1222، حدیث: 2999
(3) تفسیر در منثور، 8/594 (4) تفسیر قرطبی، 8/380

یتیموں کی پرورش (قسط دوم)

سلسلہ شرح حدیث

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز
خوشبوئے عطار واہ کینٹ

بیوہ عورت اگر اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی خاطر پاکدامنی اختیار کرتے ہوئے دوسری شادی نہ کرے تو اس کیلئے جنت میں قُربِ مصطفٰے ملنے کی بشارت ہے۔ کیونکہ کسی عورت کے شوہر کا وفات پا جانا یقیناً تکلیف دہ ہے اور ایسے حالات میں صبر کا دامن تھامے رکھنا اور خود کو سنبھالنا واقعی انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عورت ایک مضبوط سائبان سے محروم ہوتی ہے تو بچے باپ کے سایۂ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں، یوں اکثر ان سب کا مستقبل خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت عورت کو چاہیے کہ صبر و شکر سے کام لیتے ہوئے اللہ پاک کی رضا پر راضی رہے اور اپنے بچوں کی اچھی پرورش کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑے کہ یہی بچے اس کا مستقبل اور اس کی آرزوؤں کا چمنستان ہیں۔ اگرچہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ شوہر کی وفات کے بعد بچوں کی پرورش کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا بالخصوص آج کے اس مہنگائی کے دور میں یقیناً آسان کام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض خواتین حالات سے تنگ آکر بھیک مانگنا شروع کر دیتی ہیں، حالانکہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا ذلت ہے جسے ایک خوددار عورت کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے: اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا بُرائی ہے تو کوئی بھی کسی کے پاس کوئی چیز مانگنے نہ جاتا۔[1] چنانچہ خود کو سُوال سے بچانے کے لیے ایسی عورت کوئی بھی جائز ملازمت اختیار کر سکتی ہے۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ عورت کی ملازمت کے جائز ہونے کے لیے اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نے پانچ شرائط بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی شرط کم ہو تو عورت کے لیے ملازمت جائز نہیں۔ لہٰذا اگر ان شرائط کی پاسداری ممکن نہ ہو تو عورت ملازمت کے بجائے کوئی گھریلو کسب ہی اختیار کرے۔ وہ 5 شرائط یہ ہیں: (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔ (2) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات (یعنی سینے کا ابھار یا پنڈلی کی گولائی وغیرہ) ظاہر کریں۔ (3) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (4) کبھی نامحرم کے ساتھ خفیف (یعنی معمولی سی) دیر کے لیے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔ (5) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ (فتنے کا گمان) نہ ہو۔[2]

ماں یتیم بچوں کی پرورش کس طرح کرے؟ ماں کو چاہیے کہ اپنے یتیم بچوں کی پرورش کرنے کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرنے کے بجائے تھوڑے پر قناعت کرتے ہوئے انہیں رزقِ حلال ہی کھلائے، ورنہ آج جس اولاد کے لیے بعض مائیں شریعت کی حدوں کو پامال کر رہی ہیں حرام کی نحوست کی وجہ سے کل یہی اولاد ان کی زندگی کا سکون برباد کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ اس کے برعکس اگر ماں صبر و شکر سے کام لے، خود کو حرام کاموں اور گناہوں بھرے ذرائع سے بچائے، اپنی اولاد کو حلال ہی کھلائے، ان کی اچھی پرورش کرے، ان کی دنیاوی تعلیم کے علاوہ دینی تربیت کا بھی اہتمام کرے، ان کو اِسلام کے اصولوں پر چلنے والا بنائے، بچپن ہی سے نماز کی پابندی،

صبر و شکر اور قناعت کا ذہن دے تو کل یہی اولاد ان شاء اللہ اس کے بڑھاپے کا سہارا اور آنکھوں کا تارا بنے گی بلکہ آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ بنے گی۔ **بزرگ خواتین اور ان کے یتیم ہونہار:** ہماری بزرگ خواتین یعنی صحابیات و صالحات اپنے یتیم بچوں کی کس طرح دینی پرورش کر کے انہیں معاشرے کا بہترین فرد بناتی تھیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں: (1) علمِ حدیث کی مشہور کتاب صحیح بخاری کے مصنف امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا اور آپ کی پیدائش کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ نے ہی سنبھالی۔ والدہ کی نظر شفقت ہی کی بدولت آپ نے علمِ حدیث میں اس قدر بلند مقام حاصل کیا کہ امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہوئے۔[3] (2) سلطان العارفین سلطان باہو کم سن ہی تھے کہ آپ کے والدِ ماجد حضرت بازید رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا اور آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ نے ہی احسن انداز میں نبھائی۔[4] (3) بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت بھی آپ کی والدۂ محترمہ ہی نے کی۔ آپ کی والدہ آپ کو نماز کی عادت ڈلوانے کے لیے جائے نماز کے نیچے شکر کی ایک پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں۔ یوں آپ کی والدہ نے آپ کی جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ دینی تربیت بھی بخوبی انجام دی۔[5] (4) امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی عمر ڈیڑھ یا دو برس کی تھی جب آپ کے والد بھی وصال فرما گئے۔ والد کے وصال کے بعد آپ کی والدہ نے ہی اپنے بچوں کی اسلامی خطوط پر تربیت کی جس کا منہ بولتا ثبوت خود امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! والدۂ محترمہ کا شروع ہی سے فرائض و واجبات پر عمل کرنے اور کروانے کا اس قدر ذہن تھا کہ چھوٹی عمر سے ہی ہم بہن بھائیوں کو نماز کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ سختی سے عمل بھی کرواتیں۔ بالخصوص نمازِ فجر کے لیے ہم سب کو لازمی اٹھاتیں۔ والدۂ ماجدہ کی اس طرح تلقین و تربیت کی برکت سے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری بچپن میں بھی کبھی نمازِ فجر چھوٹی ہو۔[6]

نصیحتِ قرآنِ کریم: یتیموں کے ساتھ ہتک آمیز اور ظالمانہ سلوک کرنے والوں کو ایک لمحے کے لئے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اگر ان یتیموں کی جگہ ان کی اپنی اولاد ہوتی تو کیا ایسا سلوک ان کے ساتھ بھی رَوا رکھا جانا گوارا کرتے؟؟ یقیناً نہیں۔ ایسوں کو قرآنِ پاک نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْهِمْ ۪ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝۹ (پ4، النسآء:9) ترجمہ کنز العرفان: اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے تو انہیں چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

یتیموں کا درد محسوس کریں: افسوس! آج ہمیں خبر تک نہیں ہو پاتی کہ ہمارے رشتہ داروں میں یا ہمارے آس پاس کوئی یتیم یا حالات کی ماری ہوئی ماں اس بات کی منتظر ہے کہ کوئی اس کا بھی پرسانِ حال ہو، کوئی اس کے زخموں پر بھی مرہم رکھے، کوئی اس کی بھی خبر گیری کرے! ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہر فرد کو ان کا درد محسوس کرنا چاہیے اور ہو سکے تو ان کی مالی امداد کرنی چاہیے، بالخصوص وہ اسلامی بہنیں جو صاحبِ ثروت ہیں ان کو چاہئے کہ ان یتیموں اور ان کی ماؤں کے ساتھ تعاون کر کے اور انہیں معاشی حوالے سے بے نیاز کر کے ان کی دعائیں حاصل کریں۔ ممکن ہو تو ان کے ضروری اخراجات اپنے ذمہ لے لیں اور حسبِ طاقت ان کی ضرورت کا سامان ان کے گھر پہنچاتی رہیں۔ اللہ پاک ہم سب کو بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) نسائی، ص 425، حدیث: 2583 (2) فتاویٰ رضویہ، 22/ 248 (3) منہج النقد، ص 77 ماخوذاً (4) فیضان سلطان باہو، ص 5 (5) تذکرۂ اولیائے پاکستان، 1/ 289-290 ماخوذاً (6) تذکرۂ امیر اہلِ سنت، حصہ 2، ص 15-39-40 ماخوذاً

بنتِ فیاض عطاریہ مدنیہ
ناظم آباد کراچی

شرک کیا ہے؟ (قسط اول)

اسلام کا ہر عقیدہ اگرچہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے، مگر ان تمام عقائد کی اصل اور بنیاد عقیدۂ توحید یعنی اللہ پاک کو واحد جاننا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں توحید کا صحیح تصور و تعارف پیش کرنے کیلئے صرف کیں اور ان کی تمام تر دعوت و تبلیغ کا مرکزی نکتہ بھی یہی عقیدہ رہا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو جن لوگوں کو توحید کی دعوت دی گئی انہیں اسلام نے مشرک و کافر کہا۔ لہٰذا آیئے! جانتی ہیں کہ شرک و کفر کیا ہے اور حقیقت میں مشرک کون ہیں؟ چنانچہ،

یاد رکھئے! شرک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو خدا یا مستحق عبادت سمجھے اور کفر یہ ہے کہ ضروریاتِ دین یعنی وہ امور جن کا دین مصطفےٰ سے ہونا بہ یقین معلوم ہو ان میں سے کسی کا انکار کرے۔[1] جبکہ مشرک کون ہوتا ہے اس کے متعلق اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذّات و واجب الوجود نہ جانے۔[2] اعلیٰ حضرت نے یہاں جو باتیں ذکر کی ہیں، انہیں تفصیل سے سمجھ لیا جائے تو امید ہے شرک کی حقیقت ہر ایک پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ چنانچہ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے: ❶ غیر خدا کو معبود جاننا شرک ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک کے سوا کسی اور کو عبادت کے لائق سمجھا جائے، جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بتوں کو مستحق عبادت جان کر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ جبکہ مستحقِ عبادت کون ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: مستحق عبادت وہ جس میں یہ صفات ہوں پیدا کرنا، رزق، زندگی، موت کا مالک ہونا۔ خود مخلوق کی صفات سے پاک ہونا جیسے کھانا، پینا، مرنا، سونا، مخلوق ہونا، کسی عیب کا حامل ہونا وغیرہ، دانا، غیب مطلق ہونا۔ عالم کا مالک حقیقی ہونا وغیرہ۔[3] ❷ اللہ پاک کے سوا کسی اور کو مستقل بالذّات و واجب الوجود جاننا بھی شرک ہے، جیسا کہ آریہ لوگ روح اور مادہ کو واجب الوجود یعنی قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں۔ چنانچہ کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے کسی کا محتاج نہیں، نیز جو صفات اللہ پاک کی ذاتی ہیں، وہ کسی اور کے لئے مانی جائیں تو یہ شرک ہے، مثلاً جو علم اللہ پاک کا ہے وہ ہمارا نہیں، اللہ پاک کا علم ذاتی ہے اور ہمارا علم اس کا عطا کردہ ہے۔ گویا جب کوئی یہ سمجھے کہ فلاں کا علم، اختیار اور دیگر صفات وغیرہ اس کی ذاتی ہیں، اللہ پاک کی عطا کردہ نہیں تو یہ شرک ہے، لیکن اگر یہ کہیں کہ فلاں کو یہ تمام اوصاف اللہ پاک نے عطا فرمائے ہیں تو یہ شرک نہیں۔ کیونکہ عطا کے تصور سے شرک ختم ہو جاتا ہے۔[4]

بیشک شرک ظلم ہے،[5] اللہ پاک شرک کے علاوہ ہر گناہ معاف فرمادے گا۔[6] مشرک کا ٹھکانا جہنم ہے۔[7]

-----(جاری ہے)

❶ کتاب العقائد، ص43 ❷ فتاویٰ رضویہ، 21/131 ❸ علم القرآن، ص79
❹ مقالاتِ کاظمی، 3/21-22 مفہوماً ❺ پ21، لقمٰن:13 ❻ پ5، النسآء:48
❼ پ6، المائدہ:72

حضور کی والدہ ماجدہ

زمانۂ جاہلیت میں عرب معاشرے میں عورتوں پر ظلم و ستم کی داستانوں، بلکہ انہیں زندہ در گور کرنے کے واقعات تو تاریخ کی کتب میں ملتے ہیں مگر اس دور میں عورتوں کی جو قدر اور عظمت عربوں کے دلوں میں موجود تھی اس کے متعلق تاریخ کے اوراق میں کچھ زیادہ نہیں ملتا۔ گویا اس وقت کے عرب معاشرے کے منفی پہلو کو اجاگر کر کے تصویر کا ایک رخ تو بیان کیا گیا مگر عورت کی تقدیس کے حوالے سے تصویر کے دوسرے رخ سے پہلو تہی کی گئی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عرب ہمیشہ اپنے حسب و نسب پر فخر کرتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے ہاں کسی بھی فرد کے معزز ہونے کا معیار اس کے حسب نسب پر ہی موقوف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب حسب نسب کا خاص خیال رکھتے اور اس پر کوئی سمجھوتہ نہ کرتے۔ جیسا کہ حضرت ابو الاسود دوئلی نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میں نے تم پر تمہارے بچپن اور لڑکپن میں احسان کیا بلکہ اس وقت بھی احسان کیا جب تم پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی: بچپن اور لڑکپن کی بات تو سمجھ میں آتی ہے، مگر ہماری پیدائش سے پہلے احسان سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: میں نے تمہارے لئے ایسی ماؤں کا انتخاب کیا جن کی وجہ سے تم پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔[1] اسی طرح زمانۂ جاہلیت کا مشہور دانشور اکثم بن صیفی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے: اے میرے بیٹے! عورتوں کا ظاہری حسن و جمال تمہارے نسب کو مکدر نہ کر دے، کریم عورتوں سے نکاح عزت و شرف کا زینہ ہے۔[2] چنانچہ اس تناظر میں اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ جن ہستیوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدین بننے کا شرف حاصل ہونا تھا وہ حسب و نسب کے اعتبار سے کتنی عظیم ہوں! تو اس کے لئے وہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کافی ہے کہ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا: میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم و بنی زہرہ سے پیدا ہوا۔[3] یعنی حضور کا تعلق ماں باپ کی طرف سے جن دو قبیلوں سے تھا وہ اس وقت سب سے افضل تھے، باقی رہے آپ کے والدین کریمین تو وہ کس قدر عظیم ہستیاں تھیں، ان کے ناموں سے ظاہر ہے، جیسا کہ حضور کے والد کا نام عبد اللہ تھا، جس کا معنی بنتا ہے اللہ پاک کا بندہ، اللہ پاک کا عبد، یعنی عبادت اور بندگی کی طرف معنی جاتا ہے جبکہ والدہ محترمہ کا اسم ذی شان آمنہ، جس کے معنی میں سے امن و سکون اور پیار و محبت کی طرف اشارہ ملتا ہے، گویا ان دونوں ناموں کے معانی کو جمع کرو تو اللہ پاک کی عبادت اور امن و سکون نتیجہ نکلتا ہے، پھر ان کے وجودِ گرامی قدر سے جس مولودِ مسعود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی وہ پوری کائنات کے لئے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور امن و سکون کا پیغام لے کر آئے، یعنی سراپا رحمۃٌ **للعالمین** بن کر جلوہ گر ہوئے۔[4]

حضور کے والد گرامی قدر کی مختصر سیرت گزشتہ دو شماروں میں ذکر ہو چکی ہے، آیئے! اب حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے بھی چند پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے۔

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ اس ہستی کی والدہ ہونے کا شرف ملنے والا تھا جو تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہے،

لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ آپ ان تمام اوصاف سے متصف تھیں جو کہ سرورِ انبیا کی ماں کے شایانِ شان ہونا چاہئے تھے۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بی بی آمنہ نہایت پارسا، پرہیز گار، طہارتِ نفس، شرافتِ نسب اور عزت و وجاہت والی صاحبِ ایمان خاتون تھیں۔ آپ قریش کی عورتوں میں حسب نسب اور فضیلت میں سب سے ممتاز تھیں۔ (5)

آپ کے متعلق ایک کاہنہ کی پیشین گوئی: حضرت آمنہ کے والد وہب کی پھوپھی سودہ بنت زہرہ قبیلہ قریش کی کاہنہ تھی، ایک مرتبہ وہ قبیلہ بنی زہرہ سے کہنے گی: تمہارے درمیان ایک ایسی لڑکی ہے جو یا تو خود لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے والی ہوگی یا اس کا بیٹا یہ کام کرے گا، اس لیے اپنی تمام لڑکیوں کو میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ اس کے سامنے لڑکیاں لائی جاتی رہیں اور وہ ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ پیشین گوئی کرتی جاتی جو بعد میں پوری بھی ہوئی، جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس کے سامنے آئیں تو وہ انہیں دیکھتے ہی کہنے لگی: یہ وہ لڑکی ہے جو یا تو خود نذیرہ ہے یا اس کا بیٹا نذیر ہوگا، جو بڑی شان والا اور واضح دلیل والا ہوگا۔ (6)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کے متعلق سیر و تاریخ کی کتب میں کچھ خاص معلومات نہیں ملتیں، البتہ! شادی کے بعد جب آپ کے بطنِ اطہر میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا نورِ انور جلوہ گر ہوا تو اس کے بعد کے چیدہ چیدہ حالاتِ زندگی کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ مگر وہ حالات بھی ایسے ہیں جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی برکتیں بھی شامل ہیں۔ چنانچہ،

نورِ مصطفٰے کی منتقلی: امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں: جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو شکم اطہر میں اٹھانے کا شرف حاصل کیا تو اس وقت بے شمار عجائبات ظاہر ہوئے۔ مثلاً جب حضرت عبد اللہ کا پاکیزہ نطفہ اور محمدی موتی، آمنہ قرشیہ کے شکم اطہر میں ٹھہر گیا تو عالم ملکوت و جبروت میں ندا دی گئی کہ پاک و مشرف مقامات کو معطر کرو، آسمانوں اور ان کے ارد گرد علاماتِ تعظیم ظاہر کرو اور ملائکہ مقربین میں سے صدق و صفا سے متصف منتخب فرشتوں کے لیے پاک صاف صفوں میں عبادات کے سجادے بچھاؤ، آج پوشیدہ نورِ محمدی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں منتقل ہو چکا ہے کہ جو بہت بڑی اور غالب عقل کی مالک اور حسب و نسب کے اعتبار سے فخر والی اور عیبوں سے پاک ہیں۔ اللہ پاک نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حبیب کریم کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ آپ نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سے افضل اور عمدہ ہیں اور اپنی اصل اور فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ اور طیب ہیں۔ مزید نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے حضرت آمنہ کے بطنِ اطہر میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو خازن جنت رضوان فرشتے کو حکم دیا کہ جنۃُ الفردوس کو کھول دیں اور ایک منادی آسمانوں اور زمین میں اعلان کرے کہ وہ نور جو پوشیدہ خزانہ ہے اور اس سے ہادی نبی پیدا ہوں گے، اس رات اپنی والدہ کے بطنِ اطہر میں جاگزیں ہو گیا ہے، وہاں اس کی تخلیق کی تکمیل ہوگی اور وہ لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بن کر تشریف لائیں گے۔ حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس ندا کے ذکر کے بعد ہے کہ اس دن دنیا بھر کے بت اوندھے ہو گئے اور قریش جو سخت قحط سالی اور تنگی کا شکار تھے ان کے لیے زمین سرسبز اور درخت پھل دار ہو گئے اور ان کے پاس ہر طرف سے بھلائی ہی بھلائی آنے لگی، چنانچہ اس سال کو جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا نور مبارک اپنی والدہ کے بطن اطہر میں منتقل ہوا اور حمل ٹھہرا فتح اور سرور کا سال کہا جانے لگا۔ (7) ۔۔۔۔۔(جاری ہے)

---

1 احکام القرآن لبکر بن العلاء - ط جائزۃ دبی، 1 / 383 2 ادب الدنیا والدین، ص253 3 تاریخ ابن عساکر، 3 / 401 4 خاندان مصطفٰے، ص 189 5 دلائل النبوۃ، 1 / 102 ملخصاً 6 سیرت حلبیہ، 1 / 68 7 مواہب اللدنیہ، 1 / 60-61 ملخصاً

حضرت لوط علیہ السلام کا معجزہ

سلسلہ معجزاتِ انبیا

حضرت لوط علیہ السّلام کا شمار بھی اللہ پاک کے برگزیدہ نبیوں میں ہوتا ہے، اللہ پاک نے آپ کو کئی اوصافِ حمیدہ عطا فرمائے اور آپ کی شان و عظمت کا ذکر قرآن کریم کی کئی آیات مبارکہ میں بھی فرمایا۔ جیسا کہ ایک مقام پر ہے: وَلُوۡطًا اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا (پ17، الانبیآء:74) ترجمہ کنز العرفان: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں حکم سے مراد حکمت یا نبوت ہے، نیز انہیں ان کی شان کے لائق علم عطا کیا گیا۔[1] حضرت لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بھتیجے تھے۔ آپ عراق کے شہر بابل میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ بابل سے ارضِ مقدس کی طرف ہجرت فرمائی۔ ابتدا میں اردن میں سکونت اختیار کی، پھر اللہ پاک نے انہیں سدوم اور اس کے قریب موجود دیگر شہروں کی طرف مبعوث فرمایا، ہر ہر شہر میں ایک لاکھ سپاہی موجود تھے، حضرت لوط کا قیام ان میں سب سے بڑے شہر سدوم میں تھا۔[2] اردن کی وہ جگہ جسے بحیرہ مردار یا بحیرہ لوط کہا جاتا ہے ایک قول کے مطابق یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت لوط کی قوم رہتی تھی اور ان کو وہاں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ یہ جگہ اب تک نشانِ عبرت بنی ہوئی ہے۔

حضرت لوط علیہ السّلام نے اپنی قوم کے درمیان تبلیغ نہیں کی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان سب تک اللہ پاک کا پیغام اور دین کی دعوت پہنچا چکے تھے، اس لئے آپ نے اپنی قوم کو برائیوں سے بچانے کی طرف خاص توجہ فرمائی، آپ کی قوم کے افراد طرح طرح کے گناہوں کی آفت میں بالخصوص مردوں کے ساتھ بدفعلی کی نحوست میں مبتلا تھے جسے قرآن پاک کے پارہ 8 سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 80 میں الفاحشۃ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی یہ ایسا گھناؤنا کام ہے جسے انسان تو کیا حیوان بھی کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے اسے فاحشۃ کہا گیا۔ آپ نے انہیں 20 سال تک اس عادتِ بد اور دیگر برائیوں سے روکا لیکن وہ قوم پھر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی۔[3] نیز اس قوم میں مزید برائی یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے بھی یہ فعل بد کرنے میں عار محسوس نہ کرتے اور یہ خبیث عمل ان سے پہلے کسی نے نہ کیا۔[4] یاد رہے! لڑکوں کا لڑکوں سے بدفعلی کرنا حرام قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔[5]

قومِ لوط پر عذاب کی صورت یوں ظاہر ہوئی کہ ایک خوفناک چیخ نے انہیں ہلا کر رکھ دیا اس کے بعد حضرت جبریل قوم لوط کی پوری بستی کو اپنے ایک پر سے اکھاڑ کر آسمان تک لے گئے اور پھر اس بستی کو آسمان سے زمین پر پٹخ دیا اور پھر ان پر پتھروں کی بارش ہوئی، یوں یہ بستی تہس نہس ہوگئی اور اس بستی میں رہنے والے کافر ایمان نہ لانے اور نبی کی گستاخی اور بے ادبی کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئے۔ حضرت علامہ امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ عمل کہ پوری بستی کو ایک پر سے اکھاڑ کر آسمان تک لے جانا اور پھر اس بستی کو آسمان سے زمین پر پٹخ دینا اور اس طرح کہ قریب میں موجود حضرت لوط اور ان کے صاحبوں کو کچھ نہ ہونا یہ تمام باتیں خلافِ عادات ہونے کے ساتھ ساتھ معجزہ قاہرہ ہیں۔ کیونکہ ان خارق عادات کام سے حضرت لوط کی شان و عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے انہیں بار بار برائیوں اور بداعمالیوں سے باز آجانے کی دعوت دی لیکن ان باتوں کو انہوں نے سنجیدگی سے نہیں لیا اس پر غور و فکر نہیں کیا اور اپنی مستیوں میں مگن رہے تو ان کا انجام ایسا خطرناک ہوا جو اوروں کیلئے سامانِ عبرت بن گیا۔[6]

---

1 تفسیر صراط الجنان، 6/347 2 ابن عساکر، 50/309 3 تفسیر نعیمی، 8/566 4 سیرت الانبیاء، ص373 ملخصاً 5 تفسیر صراط الجنان، 3/362 6 تفسیر رازی، 6/383 ملخصاً و مفہوماً

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

شرحِ سلامِ رضا

سلسلہ فیضانِ اعلیٰ حضرت

(21)

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس
کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: داد رس: مدد گار۔ فریاد رس: فریاد سننے والے۔ کہف: جائے پناہ۔ روزِ مصیبت: روزِ قیامت۔

مفہومِ شعر: مخلوق کے مددگار، سب کی فریاد سننے والے اور روزِ قیامت کی ہولناکیوں میں مخلوق کو پناہ دینے والے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر لاکھوں سلام۔

شرح: خلق کے دادرس سب کے فریاد رس: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہر دکھیارے و غم کے مارے کی مدد فرماتے اور ہر ایک کی فریاد سنتے ہیں۔ جب بھی کسی نے آپ کی بارگاہ میں فریاد کی تو آپ نے اس کی داد رسی فرمائی۔ آپ کی مشکل کُشائی کا یہ فیضان صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں، بلکہ آپ مصیبت میں مبتلا جانوروں، پرندوں حتی کہ بے جان چیزوں کی بھی فریادیں سنتے، ان کی بولیاں سمجھ لیتے اور ان کی دستگیری فرماتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حُضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم خود تو عربی بولتے تھے مگر ساری زبانیں سمجھتے تھے حتی کہ جانوروں کی بولیاں بھی سمجھ لیتے تھے، اس لیے اُونٹوں، چڑیوں نے حضور کے آستانے پر فریادیں کیں اور دادیں پائیں۔[1] ایک اور جگہ فرماتے ہیں: (حُضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو) پتھر سلام کرتے تھے، لکڑی کا ستونِ حَنَّانَہ حضور کے فراق (یعنی جُدائی) میں رویا، آپ سے دل کا دکھ درد کہا اور حُضور نے سب کچھ سمجھ لیا۔ آج حضور کے دروازے پر ہر شخص اپنی بولی میں حُضور سے فریادیں کرتا ہے، کوئی ترجمہ کرنے والا درمیان میں نہیں ہوتا، سب کی سنتے سمجھتے ہیں، سب کی فریاد رسی کرتے ہیں، یہ ہے حضور کا سب زبانیں جاننے کا ثبوت۔[2] مزید فرماتے ہیں: حضرت سلیمان صرف چڑیوں، چیونٹیوں کی بولی سمجھتے تھے، حضور شجر و حجر، خشک و تر ساری مخلوق کی بولی جانتے ہیں۔ حضور حاجت روا، مشکل کُشا ہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے جانور بھی مانتے ہیں۔[3]

کہفِ روزِ مصیبت: قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم ہو گا، کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں ہو گا، اس مشکل وقت میں بھی آپ گنہگاروں کی مدد فرمائیں گے، کہیں آپ گنہگاروں کی شفاعت فرمارہے ہونگے تو کہیں پل صراط پہ رَبِّ سَلِّمْ کی صدا سے اپنی اُمت کو پل صراط پار کروا رہے ہوں گے۔ کہیں حوضِ کوثر پر جامِ کوثر پلا رہے ہوں گے۔ جب لوگ مختلف انبیائے کرام کے پاس جا کر مدد کی فریاد کریں گے تو ہر نبی فرمائے گا: کسی اور کے پاس جاؤ۔ لیکن جب وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آئیں گے تو آپ فرمائیں گے: اَنَالَہَا! اَنَالَہَا! یعنی میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے۔ پھر آپ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔[4]

(22)

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بے بس: مجبور و لاچار۔ مفہومِ شعر: مجھ سے بے سہارا و مجبور کی دولت و طاقت یعنی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر لاکھوں درود و سلام۔ شرح: حضور ہر بے سہارے کا سہارا ہیں اور ہر مجبور اور لاچار کی مدد فرماتے ہیں۔ جس کو آپ کی محبت کی دولت اور سہارا نصیب ہو جائے اس کو دنیا کی دولت و طاقت کی پروا نہیں ہوتی۔

(23)

شمعِ بزمِ دَنیٰ ھُو میں گم کُن انا
شرحِ متنِ ھُوِیَّت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: دنیٰ: قرب۔ ھُو: اسمِ ذات۔ کُن: ہو جا۔ انا: میں۔ ھُویَّت: مرتبہ وحدت۔ مفہومِ شعر: اس ذات پہ لاکھوں سلام جس نے اپنے وجود کو قُربِ خداوندی کی بلندیوں میں یوں فنا کر دیا کہ آپ کی ذات اس کے مرتبہ وحدت کی اصل حقیقت کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے والی بن گئی۔ شرح: اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنی ذات و صفات کا مظہر بنایا اور مقامِ فنافی اللہ پر فائز فرمایا، معراجِ مصطفےٰ اس کی عظیم دلیل ہے۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ (پ27، النجم:8-9) ترجمہ: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ تفسیر صراط الجنان میں ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا۔ اس صورت میں آیت کا معنٰی یہ ہو گا کہ اللہ پاک اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔[5] اس قول کی تائید صحیح بخاری کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے،[6] حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے معراج کی رات اللہ پاک کا دیدار بھی کیا، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى (پ27، النجم:17) ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔ اسی واقعے کو گویا اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمایا ہے:

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصِل خُطوطِ واصِل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وَصل و فُرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

(24)

انتہائے دوئی ابتدائے یکی
جمعِ تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: انتہائے دوئی: دو ہونے کی آخری حد۔ ابتدائے یکی: ایک ہونے کا آغاز۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ذات پہ لاکھوں سلام جن کی ذات اور اللہ پاک کے درمیان دوئی نہیں ہے بلکہ دونوں کی ناراضی، رضا، فرمانبرداری اور نافرمانی ایک ہی ہے۔

شرح: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ذات اور اللہ پاک کے درمیان دوئی نہیں کیونکہ اللہ پاک نے آپ کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا، قرآنِ پاک کی کئی آیات اس کی گواہ ہیں۔ اللہ پاک نے اپنی محبت کیلئے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت کو لازمی قرار دے دیا۔ چنانچہ سورۂ نسآء کی آیت نمبر 80 میں ہے: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (پ5، النسآء:80) ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت قرار دیا ہے۔ ایک مقام پر ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (پ22، الاحزاب:57) ترجمہ: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یعنی اللہ پاک اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے ایذا دے سکے یا اسے کسی سے ایذا پہنچے، اس لئے یہاں اللہ پاک کو ایذا دینے سے مراد اس کے حکم کی مخالفت کرنا اور گناہوں کا اِرتکاب کرنا ہے یا یہاں اللہ پاک کا ذکر صرف تعظیم کے طور پر ہے جبکہ حقیقت میں اللہ پاک اور اس کے رسول کو ایذا دینے سے مراد خاص حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ایذا دینا ہے، جیسے جس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اِطاعت کی تو اس نے اللہ پاک کی اطاعت کی، اسی طرح جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ایذا دی اس نے اللہ پاک کو ایذا دی۔[7] الغرض اس طرح کی کثیر آیات ہیں جن میں اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ کی ناراضی کو اپنی ناراضی قرار دیا گویا فرمادیا کہ تم لوگ میری محبت کے اسی وقت حق دار ہو گے جب میرے محبوب سے محبت کروگے۔ جیسا کہ ایک مقام پر ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ3، اٰل عمران:31) ترجمہ: اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

❶ مراۃ المناجیح، 8/119 بتغیر قلیل ❷ مراۃ المناجیح، 8/38 ❸ مراۃ المناجیح، 8/239 ❹ مسند ابی داود طیالسی، ص354، حدیث: 2711 ماخوذاً ❺ تفسیر صراط الجنان، 9/550 ❻ بخاری، 4/581، حدیث: 7517 ❼ تفسیر صراط الجنان، 8/87

(1) مرضِ گناہ دُور کرنے کا وظیفہ

سوال: گناہوں کی بیماری دُور ہونے کے لئے کوئی آسان اور مختصر وِرد اور طریقہ اِرشاد فرمادیجئے۔

جواب: یَابَرُّ (اے بھلائی کرنے والے) سات بار (اول آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر اپنے دل پر دم کریں۔ یہ عمل ہر روز صرف ایک بار کرنا ہے۔[1]

(2) مصیبت کے وقت پڑھی جانے والی دعا

سوال: خوف اور مصیبت دور کرنے کا وظیفہ بیان فرمادیجیے۔

جواب: خوف اور مصیبت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں یعنی ہر خوف مصیبت نہیں ہوتا اور ہر مصیبت خوف نہیں ہوتی۔ جیسے اللہ پاک کا خوف اِنسان کے لیے نعمت ہے، مصیبت نہیں۔ بعض اوقات خوف اور مصیبت ایک ساتھ جمع بھی ہو جاتے ہیں جیسے کسی دنیوی چیز یا دشمن کا خوف کہ یہ خوف بھی ہے اور مصیبت بھی۔ بہر حال مصیبت کے وقت حدیثِ پاک میں بیان کردہ اس دعا کو پڑھنے کا معمول بنانا چاہیے۔ چنانچہ اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ پاک کے حکم کے مُطابق اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (پ2، البقرۃ:156) پڑھے (اور یہ دعا کرے) اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا (یعنی اے اللہ پاک! میری اس مصیبت پر مجھے اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما) تو اللہ پاک اسے اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہُ عنہ فوت ہوگئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہُ عنہ سے بہتر کون ہو گا؟ وہ تو پہلے گھر والے ہیں جنہوں نے حضور پُر نور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف ہجرت کی ہے۔ پھر میں نے یہ دعا پڑھ لی تو اللہ پاک نے ان کے بدلے مجھے رسولُ اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم عطا فرما دیئے (جو یقیناً حضرت ابو سلمہ رضی اللہُ عنہ سے بہتر ہیں۔)[2] نیز دشمن سے حفاظت کے لیے سورۂ قریش بھی پڑھی جاتی ہے۔[3]

بچوں کی حفاظت کا وظیفہ

بچوں کی حفاظت کا وظیفہ یہ ہے کہ اول و آخر ایک بار دُرود شریف اور گیارہ بار "یَاحَافِظُ یَاحَفِیْظُ" پڑھ کر اگر بچوں پر دم کر دیا جائے تو حفاظت کا حصار مل جائے گا اور ان شاء اللہ کوئی انہیں اِغوا نہیں کر پائے گا۔ الحمدُ للہ شعبہ روحانی علاج کے تحت ملک و بیرونِ ملک سینکڑوں بلکہ ہزاروں اسٹالز قائم ہیں اور عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی میں بھی بستہ قائم ہے، لہٰذا شعبہ روحانی علاج کے اسٹالز سے حفاظت کا تعویذ حاصل کر کے بچوں کو پہنا دیا جائے، تاکہ اگر کوئی انہیں اِغوا کرنا چاہے تو اس وقت انہیں چیخ و پکار یاد آ جائے اور وہ چیخنا پکارنا

شروع کر دیں یا اللہ پاک اُن کی مدد کے لیے کسی کو بھیج دے اور اِغوا کرنے والے اُسے دیکھ کر بھاگ جائیں یا اِغوا کرنے کے لیے جب وہ بچوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں تو اُن پر خوف طاری ہو جائے اور وہ اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوں تو تعویذ کی برکت سے اللہ پاک کی طرف سے اِس طرح کے اسباب پیدا ہو سکتے ہیں اور یوں تعویذ کے ذریعے بچوں کی حفاظت کی صورت بن سکتی ہے۔

بڑوں کی حفاظت کا وظیفہ

بڑوں کے لیے حفاظت کا وظیفہ یہ ہے کہ جب وہ وُضو کریں تو ہر عُضو دھوتے وقت ایک بار یَاقَادِرُ پڑھ لیا کریں مثلاً جب وُضو شروع کریں تو سیدھا اور اُلٹا ہاتھ دھوتے ہوئے ایک بار یَا قَادِرُ پڑھ لیں، اِسی طرح جب ایک بار کلی کرلیں تو دوسری بار کلی کرنے سے پہلے ایک بار یَاقَادِرُ پڑھ لیں، پھر جب ایک بار ناک میں پانی چڑھا لیں تو اب رُک جائیں اور ایک بار یَاقَادِرُ پڑھ کر مزید دو بار ناک میں پانی چڑھا لیں۔ اِسی طرح ہر عُضو دھوتے اور سر کا مسح کرتے وقت ایک بار یَاقَادِرُ پڑھ لیں، اس کے ساتھ ساتھ دُعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں مگر دعاؤں کی جگہ دُرود شریف پڑھنا افضل ہے لہٰذا دُرود شریف پڑھ لیا جائے۔ اگر لوگ اِس طرح احتیاطیں برتیں گے اور اوراد و وظائف پڑھیں گے تو ان شاء اللہ بہتریاں آئیں گی۔[4]

(3) مصیبتیں دُور کرنے کے وظائف

سوال: پریشانیاں اور مصیبتیں دُور کرنے کے کچھ وظائف بھی بتا دیجیے۔

جواب: (اِس موقع پر رُکنِ شوریٰ نے فرمایا:) شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ نے اپنی کتب و رسائل میں کچھ اوراد و وظائف لکھے ہیں، ان میں سے چند پیشِ خدمت ہیں، اللہ پاک نے چاہا تو مصائب وآلام سے نجات ملے گی۔ یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَاب 500 بار، (اول آخر دُرود شریف 11، 11 بار) بعد نمازِ عشا قبلہ رُو باوُضو ننگے سر ایسی جگہ پڑھئے کہ سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو۔ اسلامی بہنیں ایسی جگہ پڑھیں جہاں کسی اجنبی یعنی غیر مَحرم کی نظر نہ پڑے۔[5] (امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:) اگر گھر کی بالکونی، چھت یا صحن میں کھلا آسمان نظر آرہا ہو تو وہاں بھی یہ وظیفہ پڑھ سکتے ہیں، البتہ اسلامی بہنوں کو یہ احتیاط کرنی ہوگی کہ بالکونی میں جاتے وقت سامنے والے گھر والوں کی نظر نہ پڑے۔

(رُکنِ شوریٰ نے مزید فرمایا:) جن لوگوں کا کام، کاروبار میں دل نہیں لگتا ان کیلئے امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ نے یہ وظیفہ تحریر فرمایا: یَااَللّٰہُ 101 بار کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر بازو پر باندھ لیجئے، ان شاء اللہ جائز کام دھندے اور حلال نوکری میں دل لگ جائے گا۔[6] اگر گھر میں بیماری اور غربت وناداری نے بسیرا کر لیا ہو تو بلا ناغہ 7 روز تک ہر نماز کے بعد یَارَزَّاقُ، یَارَحْمٰنُ، یَارَحِیْمُ، یَاسَلَامُ 112 بار پڑھ کر دعا کیجئے، ان شاء اللہ بیماری، تنگ دستی وناداری سے نجات حاصل ہوگی۔[7] اسی طرح اگر آپ چاہتے ہیں کہ چوری سے حفاظت ہو تو یَاجَلِیْلُ (اے بزرگی والے) 10 بار پڑھ کر اپنے مال و اسباب اور رقم وغیرہ پر دم کر دیجئے ان شاء اللہ چوری سے محفوظ رہے گا۔[8]

(4) ملازمت کے تبادلے کا وظیفہ

سوال: میری ملازمت گھر سے دور ہے، ایسا کوئی وظیفہ بتا دیجیے کہ گھر سے قریب تبادلہ ہو جائے؟ (یوٹیوب کے ذریعے سوال)

جواب: ظہر کی نماز کے بعد 11 یا 21 یا 41 بار سُوْرَۃُ اللَّھَب ہر بار بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے ساتھ پڑھیے، ان شاء اللہ حسبِ خواہش تبادلہ ہو جائے گا۔ یہ وظیفہ مکتبۃ المدینہ کے رسالے چڑیا اور اندھا سانپ میں موجود ہے۔[9]

---

(1) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/42 (2) مسلم، ص356، حدیث:2126 (3) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/208 (4) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/213-212 (5) خود کشی کا علاج، ص80 (6) چڑیا اور اندھا سانپ، ص29 (7) چڑیا اور اندھا سانپ، ص30 (8) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/220-219 (9) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/343

ماں

امِ میلاد باجی
نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت دعوتِ اسلامی

ماں کا رشتہ اس قدر مقدس ہے کہ کوئی اور رشتہ اس کی جگہ نہیں لے سکتا، ماں سے گھر کی رونق اور سکون ہے، اسکے بغیر گھر ویران سا محسوس ہوتا ہے، بچوں کی تربیت میں ماں کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں کیونکہ بچے عموماً ماں کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، ماں کی اہمیت اور عظمت وشان پر یہ فرمانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم شاہد ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔[1] چونکہ بچوں کا زیادہ تعلق ماں سے رہتا ہے، اس لئے شریعتِ مطہرہ نے ماں پر بھی کچھ ذمّہ داریاں عائد کی ہیں، تاکہ اس کی آغوش میں پلنے والا بچہ معاشرے کا ایک بہترین فرد بن سکے، لیکن جب ماں کی اپنی ہی تربیت میں کمی ہو وہ خود دین سے دور ہو اور اسلامی تعلیمات سے عاری ہو تو وہ اپنے بچوں کی صحیح اور اسلامی خطوط پر تربیت کیسے کرپائے گی، اس لئے ماں کو چاہیے کہ وہ خود بھی اسلامی تعلیمات سے مزین ہو، فرائض وواجبات کا علم سیکھ کر اس پر عمل کرے تاکہ اس کی اولاد پر اس کا اچھا اثر مرتب ہو، کیونکہ ماں جو بھی بات سکھائے گی تو اس سے بچے صرف 10 فی صد سیکھیں گے اور اگر وہ ساتھ میں عمل بھی کر کے دکھائے گی تو اس سے 90 فی صد سیکھیں گے۔

ماں کو کیا کرنا چاہیے؟ دورانِ حمل باوضو رہے، نمازیں پڑھے، تلاوتِ قرآن کریم کرے، حمد ونعت ومناجات سنے، ذکر مدینہ اور فکر مدینہ کرے، گھر میں دینی محافل کا اہتمام کرے، اللہ پاک کی راہ میں صدقہ وخیرات کرتی رہے، نعمتوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتی رہے، اچھا بولے اچھا سنے اچھا سوچے، اچھی صحبت میں رہے، بچے کی پیدائش کے بعد بھی یہ نیک اعمال جاری رکھے، تاکہ بچے کے ذہن وروح میں اللہ پاک اور اس کے محبوب کا نام اور ذکر سرایت کرجائے، بچوں کو اللہ پاک اور اس کے پیارے بندوں کی محبت سکھائے، جب سمجھ دار ہوجائیں تو ان کو نماز روزے اور دیگر نیک کاموں کی تلقین کرے، جیسا کہ ایک روایت میں سات سال کے بچوں کو نماز کی ترغیب دینے اور 10 سال کے بچوں کو سختی سے نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔[2] ان کے رہن سہن اور اچھی صحبت پر خصوصی توجہ دے، انہیں بڑوں کے آداب اور اچھے برے کی تمیز سکھائے۔ ان کے حق میں دعائے خیر کرتی رہے۔ **ماں کو کیا نہیں کرنا چاہیے:** دورانِ حمل نمازیں نہ چھوڑے، گانے باجے فلمیں ڈرامے نہ دیکھے، گالیاں نہ دے، جھوٹ نہ بولے، جھوٹ، غیبت وچغلی وغیرہ سے بچے، اللہ پاک کی ناشکری نہ کرے، سگریٹ نوشی پان گٹکا تمباکو نوشی وغیرہ سے بچے، اگرچہ ان سے ہر وقت ہی بچنا چاہیے، جب بچے سمجھ دار ہو جائیں تو ان کو آزاد چھوڑے نہ ان پر بے جا سختی کرے، ان کو نماز روزہ اور دیگر نیک کاموں کی طرف راغب کرنے میں سستی سے کام نہ لے، ان کو غیر مہذب لباس پہنائے نہ ان کو بدتمیزی اور بدتہذیبی کی طرف جانے دے، ان کو فیشن کا دلدادہ بنائے نہ انہیں برے دوستوں کی صحبت میں بیٹھنے دے اور ان کے لئے بددعا نہ کرے۔ اے پیارے اللہ! پیارے حبیب کی والدہ ماجدہ کے صدقے ہماری مسلمان ماؤں کو دین کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 نسائی، ص504، حدیث:3101 2 ابوداؤد، 1/208، حدیث:495

ساس کا کردار

بنتِ اللہ بخش عطاریہ
ہند

ماں بیٹے کے درمیان محبت کے مضبوط رشتے کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، ماں ہمیشہ اپنے بیٹے کی خیر خواہ ہوتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایک ماں جب اپنے بیٹے کے لئے اپنے تئیں ہر طرح ٹھونک بجا کر ایک اچھی دلہن بیاہ کر لاتی ہے، تو بطورِ ساس اس کا جو کردار سامنے آتا ہے وہ قطعاً سمجھ سے بالاتر ہے۔ بلکہ ایک اچھی بھلی سمجھ دار خاتون بھی بسا اوقات روایتی ساس بن جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے کئی ایک اسباب ہو سکتے ہیں، مگر ان میں ایک بنیادی سبب وہ بھی ہے جس کا ذکر ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں۔[1] چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض عورتیں بطورِ ساس اپنی اسی کم عقلی و نادانی کی بنا پر اپنے ہی بیٹے کی گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ لہٰذا گھر کے ماحول کو پر امن بنانے کیلئے ساس کے کردار کو بخوبی جاننا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے ذیل میں پیش کردہ مختصر خاکے کو پیشِ نظر رکھنا مفید رہے گا:

اجارہ داری کا خاتمہ: عورت چونکہ اپنی ملکیت میں کسی کی شرکت برداشت نہیں کرتی، لہٰذا جب وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا بیٹا اب پہلے کی طرح اسے وقت نہیں دے رہا، بلکہ اس کی خدمت میں بھی کمی آگئی ہے تو وہ یہ برداشت نہیں کر پاتی اور بسا اوقات اپنی فطری نادانی کے باعث اپنے ہی بیٹے کا گھر اجاڑنے کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ مثلاً وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی اَنا کا مسئلہ بناتے ہوئے بہو پر طعنوں کے تیر برسانا اور بات بات پر ٹوکنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر بسا اوقات اسی پر بس نہیں کرتی بلکہ بیٹے کو بہو کے خلاف مختلف حیلوں اور بہانوں سے ورغلانے سے بھی باز نہیں آتی۔ یوں بہو کی دل آزاری کے گناہ میں ہی مبتلا نہیں ہوا جاتا بلکہ اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ بھی توڑے جاتے ہیں، اگر کبھی وہ حقیقت بیان کرنے کی کوشش بھی کرے تو بھی منہ پھٹ وغیرہ کے القاب سے نوازی جاتی ہے، اگر بیٹا ماں کی باتوں پر کان نہ دھرے اور اپنی بیوی کا خوب خیال رکھے اور اس کی ضروریات پوری کرے تو اس کی کم بختی آجاتی ہے، ماں ناراض ہو جاتی ہے، اسے ہر وقت کوستی رہتی ہے، بلکہ اسے جَورو(بیوی) کا غلام اور ماں کا نافرمان ہونے کے طعنے بھی دیتی ہے۔ چنانچہ ایسے گھرانوں میں سکون کی فضا کا قائم ہونا بلاشبہ کسی کرامت سے کم نہیں۔ لہٰذا ہر وہ عورت جو ساس بن چکی ہے، اسے چاہئے کہ وہ سوجھ بوجھ سے کام لے اور نادانیاں چھوڑ کر اپنے ہی بیٹے کی زندگی کو زہر آلود کرنے کے بجائے خوشگوار بنانے کی کوشش کرے۔

حقوق کی چھینا جھپٹی: فی زمانہ بدقسمتی سے ساس بہو کے جھگڑوں کی ایک بنیادی وجہ دونوں کا اپنے اپنے حقوق کے حصول کی کوشش میں یہ بھول جانا ہے کہ مرد پر دونوں کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے، چنانچہ اگر ساس (ماں کی حیثیت سے) اور بہو (بیوی کی حیثیت سے) مرد پر صرف اپنا ہی حق نہ سمجھیں بلکہ

دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر ناراض ہونے کے بجائے خوش ہوں تو بھی ساس بہو کی روایتی رنجشیں ختم ہو جائیں گی۔ یعنی ساس بطورِ ماں بیٹے کو بیوی کے حقوق ادا کرتے دیکھ کر خوش ہو کہ اس کا بیٹا شوہر ہونے کے ناطے اپنا حق ادا کر رہا ہے اور بہو بطورِ بیوی یہ یقین رکھے کہ اس کا شوہر ماں کی اطاعت کر کے اللہ پاک کے حکم پر عمل کر رہا ہے۔

محرومیوں کا بدلہ لینا: ساس بھی کبھی بہو تھی، کے مصداق جو سلوک اس کے ساتھ بطورِ بہو ہوا وہ وہی سلوک اپنی بہو کے ساتھ نہ کرے، بلکہ ساس کو چاہئے کہ وہ اپنی محرومیوں کا بدلہ لینے کے بجائے بہو کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تاکہ بطورِ بہو اس نے جن مشکلات و آزمائشوں کا سامنا کیا اس کی بہو ان سے محفوظ رہے۔

ذمہ داریوں کا تعین: خوشگوار زندگی کی ایک علامت گھر کے تمام افراد میں اچھے و مضبوط تعلقات کا ہونا بھی ہے، چنانچہ گھریلو کام کاج میں ممکن ہو تو ذمہ داریوں کو بانٹ لیں۔ بعض گھروں میں ساس کو اپنا کام خود کرنے یا کھانا خود پکانے کا شوق ہوتا ہے، ایسے میں اسے بہو کی دخل اندازی پسند نہیں آتی۔ چنانچہ بہو بھی کھانا پکانے سے دور رہتی ہے یا پھر اس کے برعکس ساس مکمل ذمہ داری بہو کو سونپ دیتی ہے اور خود کام کاج کو ہاتھ بھی نہیں لگاتی۔ ہر دو صورت میں بسا اوقات بظاہر دونوں اپنی اپنی جگہ مطمئن ہوتی ہیں مگر اس کے اثرات کچھ عرصے بعد گھریلو ناچاقی کی صورت میں سامنے آتے دیکھے گئے ہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ بھلے کھانا کوئی بھی پکائے مگر سبزی وغیرہ صاف کرنے و بنانے میں دوسری ضرور مدد کرے، اس طرح کاموں کی باہم تقسیم کاری سے تمام کام بر وقت پورے ہوں گے اور کسی پر بوجھ بھی نہ ہوگا۔

دلوں کی دوری: جو ساس اپنی بہو کو پرائے گھر کی بیٹی مانتی ہے وہ بہو سے ہر وہ کام لینا جائز سمجھتی ہے جو وہ اپنی بیٹی سے کسی بھی قیمت پر کرانا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ساس بہو کے رشتے کی بنیاد اخلاص پر رکھی جائے اور دلوں میں بغض وکینہ وغیرہ کو جگہ نہ دی جائے، ساس بہو کو بیٹی کی طرح سمجھے اور اسے یہ احساس دلائے کہ وہ گھر کی نوکرانی نہیں بلکہ گھر کی ایک اہم فرد ہے، ادھر بہو اپنی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری سے ساس کو یہ باور کرائے کہ وہ اس کی سگی ماں کی طرح ہے۔ یہ کام اگرچہ کافی مشکل ضرور ہے، مگر ناممکن نہیں، یاد رکھئے! جو خواتین بہو کو بیٹی نہیں سمجھتیں بلکہ بہو سے کچھ غلطی ہو جانے پر نظر انداز کرنے کے بجائے اس پر لعنت ملامت کرنے لگتی ہیں، جبکہ اپنی بیٹی بڑے سے بڑا نقصان بھی کر دے تو اسے بچی سمجھ کر ٹال دیتی ہیں، وہ خود خوش رہتی ہیں نہ ان کے گھرانوں سے لڑائی جھگڑے ختم ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جو عورتیں بطورِ ساس دل میں کدورتوں کو جگہ نہیں دیتیں اور بہو کو بیٹی کی طرح سمجھتی ہیں، اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو در گزر سے کام لیتی ہیں، بہو سے نرمی و پیار سے پیش آتی ہیں، پریشانی میں اس کی ڈھارس بندھاتی ہیں، اس کے ہر دکھ سکھ میں اس کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بہو بھی ان کی اپنائیت سے متاثر ہو کر انہیں ہی اپنی خیر خواہ اور ہمدرد سمجھنے لگتی ہے، ان کی خدمت پر ہر وقت کمربستہ رہتی ہے، کبھی کسی غلطی پر وہ ڈانٹ بھی دیں تو یہ سمجھ کر کہ جب وہ اپنے ماں باپ کے گھر تھی اور غلطی یا نقصان ہو جانے کی صورت میں ماں باپ کی جانب سے ڈانٹ پھٹکار سننی پڑتی تھی، لہٰذا انہوں نے بھی تو اسی حق کی بنا پر ڈانٹا ہے، اس لئے وہ اس ڈانٹ کو انا کا مسئلہ بناتی ہے نہ معافی مانگنے میں کوئی شرم وندامت محسوس کرتی ہے۔

الغرض ساس کے بہو کے ساتھ محبت سے پیش آنے اور بہو کے ساس کی عزت کرنے سے گھر امن کا نمونہ ہی نہیں بنے گا بلکہ ان کی آخرت بھی سنور جائے گی۔

---

❶ بخاری، 1/123، حدیث:304

سلسلہ خاندان میں عورت کا کردار

بنتِ محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی اکنامکس گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

بچوں کو اخلاقی اقدار سکھائیں

معاشرے کا بہتر فرد بننے اور اپنے اہداف مؤثر انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اخلاقی اقدار اپنانا نہایت اہم ہے۔ اخلاقی اقدار کا تعلق صرف اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق خود سے جڑے لوگوں سے بھی ہوتا ہے۔ کچھ اخلاقی اقدار ہمارے اندر ہماری صفت اور رویئے کو ظاہر کرتی ہیں جبکہ کچھ کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے جنہیں دینے کی صفات کہا جاتا ہے، یہ اقدار دوسروں کے لئے فائدے کا باعث بنتی ہیں جیسے انصاف، رحم دلی، پیار اور عزت وغیرہ۔ اخلاقی اقدار ہماری زندگی کو مؤثر اور خوشگوار بناتی ہیں، مگر یہ اخلاقی اقدار کب، کون اور کیسے سکھائے؟ اس سلسلے میں اکثر والدین اس غلط گمان کا شکار ہیں کہ اخلاقی اقدار سکھانا سکول کا کام ہے۔ حالانکہ حقیقت میں پیدا ہوتے ہی بچہ والدین بالخصوص ماں اور ارد گرد کے ماحول سے شعوری ولا شعوری طور پر سیکھنے لگتا ہے۔ بچے کی جسمانی، نفسیاتی اور اخلاقی تربیت کا تعلق چونکہ ماں سے زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ماں کو چاہئے کہ اولاد کو اخلاقی اقدار سکھانے پر بھی خصوصی توجہ دے اور خیال رکھے کہ بچے کی عمر کے ساتھ اچھی باتیں سکھانے کا طریقہ بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ آیئے! دیکھتی ہیں کہ بچے کو کب اور کیسی قدریں سکھانی چاہئیں:

1. بچے کے سامنے ہمیشہ اچھے کلمات بولیں، کہ بچے عملی طور پر آپ کی گفتگو سے سیکھتے ہیں۔ چنانچہ شروعات میں سب سے پہلے انہیں سلام کرنے کی عادت ڈالیں۔ پھر کلماتِ تشکر (الحمد للہ، جزاک اللہ، شکریہ)، کلماتِ اعتذار (سوری، معذرت وغیرہ) اور دیگر کلمات جیسے اِن شآءَ اللہ، ماشاءَ اللہ وغیرہ بولنے کا عادی بنائیں۔ یہ تب ہوگا جب والدین خود ان کلمات کے عادی ہوں۔ اچھے کلمات اچھے اخلاق و کردار کی نمائندگی کرتے ہیں، لہٰذا بچوں کو اچھے کلمات سکھانے کے علاوہ انہیں برے کلمات بولنے (یعنی گالی دینے، برا بھلا کہنے، مذاق اڑانے اور نام بگاڑنے وغیرہ) سے بچانا بھی ضروری ہے۔

2. فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: انسان کا اپنے بچے کو ادب سکھانا، ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔[1] چنانچہ بچوں کو ہر طرح کے آدابِ حیات سکھانا ضروری ہیں، یعنی انہیں شروع ہی سے ہر کام کو سلیقے سے کرنا سکھایا جائے۔ مثلاً جب بھی بچے کو کچھ کھانے پینے کے لئے دیں تو کھانے پینے کے آداب بھی انہیں سکھائیں۔ جیسے بیٹھ کر سیدھے ہاتھ سے کھانا پینا، تسمیہ پڑھنا، دعا پڑھ کر کھانا کھانا، آرام سے کھانا، اپنے سامنے سے کھانا، کھانے میں عیب نہ نکالنا، کھانے پینے کے بعد اللہ پاک کا شکر ادا کرنا اور دعا پڑھنا وغیرہ۔ بچوں کو بچپن سے ان آداب کا عادی بنانا یقیناً ان کے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔

3. بچوں کو معاشرے و خاندان کا ایک بہتر فرد بنانے کے لئے والدین کو چاہئے کہ وہ انہیں چھوٹے بڑے کے مراتب کا لحاظ رکھنا اور دوسروں سے میل ملاقات کے آداب بھی سکھائیں۔ یعنی بچے بڑوں کے سامنے عاجزی اور ادب سے کھڑے ہوں، ان کی بات توجہ سے سنیں، ہمیشہ مسکرا کر بات کریں کہ بلاشبہ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت پر امن زندگی کی ضمانت ہیں۔

4. جسمانی نفاست اور پاکی و طہارت کو بھی اخلاقی اقدار میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بچوں کو اچھا لباس پہننے کے علاوہ صاف ستھرا رہنے کے طور طریقے اور دیگر ضروری آداب بھی سکھانا لازم ہے۔ یعنی انہیں نفیس و عمدہ لباس پہننے کے علاوہ مرد و عورت کے لباس میں فرق سے آگاہ کرنا ہی ضروری نہیں، بلکہ جسمانی پاکی و طہارت کے آداب سکھانا بھی لازم ہے۔

الغرض والدین بالخصوص ماں کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اخلاقی اقدار کا پابند بنائیں اور انہیں ہر طرح کے آدابِ حیات سکھائیں جو ان کی شخصیت کو سنوارنے میں معاون ثابت ہوں۔

---

1. ترمذی، 3/382، حدیث: 1958

ازواجِ حضرت اسمائیل علیہ السلام

سلسلہ ازواجِ انبیا

اللہ پاک کی خاص کرم نوازی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نورِ انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا، حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو بھی چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا جد امجد بننے کا شرف حاصل ہونا تھا، لہٰذا ضروری تھا کہ ان کی زوجہ بھی ایسی ہوں جو ہر طرح ان اوصاف کی حامل ہوں جن سے ایک نبی کی زوجہ اور ایک نبی کی ماں کو متصف ہونا چاہئے۔ چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی پہلی شادی قبیلہ جرہم کی عمارہ بنتِ سعد [1] سے ہوئی، لیکن یہ شادی چل نہ سکی، اس کا واقعہ کچھ یوں ہے:

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے تشریف لائے لیکن وہ گھر پر نہ تھے بلکہ کسی کام کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے، ان کی بیوی آپ علیہ السّلام کو پہچانتی

تھی نہ آپ نے اپنا تعارف کروایا۔ بہر حال جب آپ نے اس سے حال احوال وغیرہ پوچھا تو وہ جواب میں (عام عورتوں کی طرح) تنگ دستی کا رونا رونے لگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس کا یہ طریقہ پسند نہ آیا۔ جاتے ہوئے آپ نے فرمایا: تمہارا شوہر آئے تو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السّلام تشریف لائے تو آپ نے اپنے والد کی خوشبو محسوس کر کے پوچھا: کوئی آیا تھا؟ تو جواب ملا: جی ایک بزرگ آئے تھے، آپ کو سلام کہا اور فرمایا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: وہ میرے والد گرامی تھے وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ میں تمہیں طلاق دے دوں، لہٰذا اب تم واپس اپنے گھر چلی جاؤ۔ [2] اس کے بعد آپ نے اسی قبیلے کی ایک اور خاتون سے شادی کی جن کا نام رعلہ منقول ہے [3] یہ شادی بہت بابرکت ثابت ہوئی، کیونکہ دوسری بار جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام تشریف لائے تو اتفاق سے اس دن بھی حضرت اسماعیل علیہ السّلام گھر پر نہ تھے، بہو سے حسب سابق گزر بسر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اللہ پاک کی حمد کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا گزارہ اچھا ہو رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام خوش ہوئے اور بہو سے فرمایا: جب وہ آئیں تو میرا سلام دینا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو تبدیل نہ کرنا۔ پھر دعاؤں سے نوازا اور تشریف لے گئے۔ [4] چنانچہ

حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے اپنے والد گرامی کی نصیحت پر عمل کیا اور آپ کی اس زوجہ سے 12 صاحبزادے اور نَسَمَہ نامی ایک صاحِب زادی پیدا ہوئیں، بیٹوں کے نام یہ ہیں: نابت، قیدار، اذمیل، میشی، مسمع، ذوما، ماش، آزر، فطور، نافش، ظمیا اور قیدما۔ [5] چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بیٹے قیدار [6] یا نابت کی اولاد میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے۔ [7]

---

❶ فتح الباری، 7/330، حدیث:3364 ❷ بخاری، 2/425-426، حدیث: 3364 ملخصاً
❸ فتح الباری 7/331، حدیث: 3364 ❹ بخاری، 2/425-426، حدیث: 3364 ملخصاً
❺ تفہیم البخاری، 5/197، بتغیر قلیل ❻ عمدۃ القاری، 11/564 ❼ شعب الایمان، 2/137، رقم: 1388

راز کی حفاظت

ام سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

اللہ پاک کے آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رازدارانہ طور پر سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تو حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہا اس راز کی امین تھیں۔ بعد میں کچھ لوگوں کے ساتھ ابو جہل نے آکر جب آپ سے یہ پوچھا کہ آپ کے والد کہاں ہیں اور آپ نے لاعلمی ظاہر کی تو اس بدبخت نے آپ کے نازک چہرے پر زور دار تھپڑ مارا مگر پھر بھی آپ نے راز فاش نہ کیا۔[1] بلاشبہ راز کی حفاظت ایک اعلیٰ اخلاقی صفت ہے جو دینی و دنیوی اعتبار سے قابلِ تعریف ہے، جبکہ راز فاش کردینا گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام اور اخلاقی پستی و گھٹیاپن کی علامت ہے، اس سے جہاں مسلمانوں میں فساد پھیلتا اور آپس کی محبت مٹتی ہے، وہیں راز فاش کردینے والے سے لوگوں کا اعتماد بھی اٹھ جاتا ہے۔[2]

یاد رکھئے! ایک مسلمان کی باتیں، کام اور احوال دوسرے مسلمان کے پاس امانت ہیں، لہٰذا ان کا دوسروں کے سامنے اظہار اسے ناپسند ہو تو ان باتوں، کام یا احوال کو کسی کے سامنے ظاہر کردینا خیانت ہے۔ کسی بات کے امانت ہونے کیلئے یہ شرط نہیں کہ کہنے والا صاف لفظوں میں منع کرے کہ کسی کو مت بتانا بلکہ اگر وہ بات کرتے ہوئے اس طرح ادھر اُدھر دیکھے کہ کوئی سن تو نہیں رہا یا جس سے بات کرنی ہے اسے تنہائی میں لے جاکر بات کرے تو یہ بھی بالکل واضح قرینہ ہے کہ یہ بات امانت ہے۔ اس کی بھی حفاظت کرنا اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ظاہر کرنا اشارے سے بھی ہو سکتا ہے، اس کیلئے لکھ کر بیان کرنا یا زبان سے کہنا ہی ضروری نہیں۔[3] قراٰنِ کریم میں ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۷) (پ9، الانفال:27) ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ ایک قول کے مطابق بعض لوگ راز کی باتیں کفار کو بتادیا کرتے تھے، اس آیت میں انہیں راز فاش کرنے سے منع کیا گیا۔[4] حدیث پاک میں ہے: کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ اپنے ساتھی کی ایسی بات ظاہر کرے جس کا ظاہر ہونا اسے ناپسند ہو۔[5] حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: جب تم کسی سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہو تو اسے غصہ دلاؤ۔ پھر اس پر کسی کو مقرر کرو جو اس سے تمہارے اور تمہارے راز کے متعلق پوچھے۔ اگر وہ تمہارے متعلق اچھے کلمات کہے اور تمہارے راز چھپائے تو اسے دوست بنالو۔[6] ایک مقولہ ہے کہ باکمال لوگوں کے سینے رازوں کے دفینے (یعنی قبرستان) ہوتے ہیں۔[7] یہ بھی منقول ہے کہ راز کو چھپانا انسان کے انمول ہونے کی نشانی ہے اور جس طرح اس برتن کا کوئی فائدہ نہیں جس میں کوئی چیز محفوظ نہ ہو سکے ایسے ہی اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو راز کو سنبھال نہ سکے۔[8]

ہمیں چاہئے کہ نہ صرف دوسروں کے رازوں کی حفاظت کریں بلکہ اپنے گھریلو معاملات، معمولی اختلافات وغیرہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بھی محتاط رہیں اور بولنے سے پہلے غور کرلیں کہ اس بات کو ظاہر کرنا مناسب ہے بھی یا نہیں؟ اسی طرح بچوں کی بھی تربیت کریں کہ وہ گھر کی بات باہر نہ کریں۔ اگر کسی سے تعلقات خراب ہو جائیں یا ناراضی وغیرہ ہو جائے تب بھی راز فاش کرنے سے بچیں اور اعلیٰ ظرف ہونے کا ثبوت دیں۔ ان شاء اللہ الکریم اخروی اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کے فوائد حاصل ہوں گے۔ اللہ پاک ہمیں رازوں کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 سیرت ابن ہشام، 1/ 487 2 ظاہری گناہوں کی معلومات، ص 44 ملتقطاً 3 ظاہری گناہوں کی معلومات، ص 43 4 تفسیرات احمدیہ، ص 407 5 الزھد لابن المبارک، ص 219، حدیث: 691 6 احیاء العلوم اردو، 2/ 741 7 احیاء العلوم اردو، 2/ 739 8 دین و دنیا کی انوکھی باتیں، 1/ 469

کپڑوں کی پاکی

بنتِ اسحاق مدنیہ عطاریہ
(بی ایڈ، ایم اے اسلامیات)
ریجن ذمہ دار جامعات المدینہ گرلز حاصل پور

تمام اسلامی احکام انسانی فطرت اور طبیعت کے مطابق ہیں اور طہارت و نظافت کا شمار بھی چونکہ انہی میں ہوتا ہے لہٰذا جان لیجئے کہ جسم اور کپڑوں کو ناپاک چیزوں سے بچانا طہارت اور ایسی پاک چیزوں سے بچانا کہ جن سے میل کچیل اور بدبو پیدا ہو، نظافت کہلاتا ہے۔ میل کچیل و بدبو دوسروں کیلئے تکلیف کا باعث ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ کسی محفل میں شریک ہوں تو انہیں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ حضرتِ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک شخص کو میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھ کر ارشاد فرمایا: کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے یہ اپنے کپڑے صاف کرلے۔ ایک شخص کو پراگندہ بال دیکھ کر ارشاد فرمایا: کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے یہ اپنا سر سنوار لے۔[1] طہارت و پاکیزگی کی اہمیت کو مزید اجاگر کرنے کیلئے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پاکیزگی کو ایمان کا حصّہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَان**۔[2] اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ خود اللہ پاک نے بھی سورہ مدثر میں فرمایا ہے: وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ (پ29، المدثر:4) ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھیں، ہمیشہ دُھلے ہوئے پاک صاف کپڑے پہنیں تاکہ ہماری وجہ سے کسی کو بھی تکلیف نہ ہو، اگر کپڑے میلے ہو جائیں یا کوئی ناپاکی لگ جائے مثلاً حیض کا خون وغیرہ تو ان کپڑوں کو مت پھینکیں اور استعمال کرنا بھی نہ چھوڑیں بلکہ جس جگہ خون یا کوئی ناپاکی لگی ہے، اس جگہ کو دھو کر پاک کر لیا جائے اور پھر دوبارہ استعمال کر لیا جائے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! یہ ارشاد فرمائیں کہ ہم میں سے جب کسی کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو کیا کرے؟ ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو اسے چٹکی سے مَل کر کھرچ دے، پھر پانی سے دھو دے (کپڑا پاک ہو جائے گا)۔[3] اس حدیث پاک میں خون والے کپڑے کو دھونے کے متعلق جو طریقہ بتایا گیا ہے کہ پہلے نجاست کو انگلی یا ناخن وغیرہ کے ذریعے اچھی طرح کھرچ دیا جائے، پھر پانی سے اچھی طرح مل کر دھونا اس لیے ہے تاکہ کپڑے سے خون کا اثر اچھی طرح نکل جائے اور خوب صفائی حاصل ہو جائے۔ خیال رہے کہ حدیث کے الفاظ سے پانی چھڑکنا نہیں بلکہ پانی سے دھونا مراد ہے۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ❶ حیض کا خون نجاست غلیظہ ہے اس لیے اس کے دھونے میں مبالغہ کرنا چاہیے اسی لیے سرکار نے دھونے سے قبل ملنے کا حکم دیا۔ ❷ ناپاک کپڑا دھلتے ہی پاک ہو جاتا ہے اس لئے سوکھنا شرط نہیں۔ ❸ حیض کا خون پانی کے چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا خوب دھویا جاتا ہے۔[4] واضح رہے کہ حیض والی عورت کو کپڑوں کا دھونا بھی اسی وقت ضروری ہے جب کوئی نجاست لگی ہو، کیونکہ کپڑوں کو محض اس وجہ سے دھونا ضروری نہیں کہ انہیں حیض کی حالت میں پہنا ہوا تھا، جیسا کہ ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کسی عورت نے پوچھا: جو حیض کے دنوں میں کپڑے پہنے تھے کیا وہ ان کو پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر اس کپڑے پر خون لگا ہے تو وہ خون والی جگہ دھو لے وگرنہ (اسی طرح) اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔[5] معلوم ہوا کہ حائضہ کے جسم سے لگنے کی وجہ سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے حتی کہ حائضہ کا پسینہ بھی کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا پاک ہی رہے گا ہاں اگر خون لگا ہے تو فقط اتنی جگہ ناپاک ہو گی اور کپڑے کی اتنی جگہ دھو کر دوبارہ ان کپڑوں میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، ایسے کپڑوں کو دوبارہ پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ تو جاہلیت والی سوچ ہے کہ ان کپڑوں کو دوبارہ پہننا معیوب سمجھا جائے یا نجاست لگے بغیر دھونا ضروری قرار دیا جائے۔ جیسا کہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ عورتیں ایامِ حیض میں جو کپڑا پہنے ہوتی ہیں پاک ہونے کے بعد اسے اتار دیتی ہیں، دھوئے بغیر نہیں

پہنتیں، اسے دوبارہ پہننا معیوب سمجھتی ہیں۔[6]

کپڑے پاک کرنے کے طریقے[7]

کپڑے پاک کرنے کیلئے بنیادی طور پر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کپڑوں پر نجاست کس قسم کی ہے؟ چنانچہ نجاست اگر گاڑھی ہو جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضروری ہے، اگر ایک بار دھونے سے دُور ہو جائے تو یہی کافی ہے اور اگر 4، 5 مرتبہ دھونے سے دور ہو تو 4، 5 بار دھونا پڑے گا، ہاں اگر 3 مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو 3 بار پورا کر لینا مستحب ہے۔[8] البتہ! نجاست دور ہو گئی مگر اس کا کچھ اثر رنگ یا بُو باقی ہے تو اسے بھی دور کرنا لازم ہے، ہاں اگر اس کا اثر مشکل سے جائے تو دور کرنے کی ضرورت نہیں، 3 مرتبہ دھونا کافی ہے، صابن یا گرم پانی (یا کسی قسم کے کیمیکل) وغیرہ سے دھونے کی حاجت نہیں۔ لیکن اگر نجاست پتلی ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو 3 مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ پوری طاقت سے نچوڑنے سے پاک ہو گا۔[9] یہ ضروری نہیں کہ ایک دم تینوں بار دھوئیں بلکہ اگر مختلف وقتوں بلکہ مختلف دنوں میں یہ تعداد پوری کی جب بھی پاک ہو جائے گا۔[10] البتہ! یہ (یعنی 3 مرتبہ دھونے اور نچوڑنے کا) حکم اس وقت ہے جب تھوڑے پانی میں دھویا ہو اور اگر حوضِ کبیر (یعنی دَہ در دَہ یا اس سے بڑے حوض) میں دھویا ہو یا (نل، پائپ یا لوٹے وغیرہ کے ذریعے) بہت سا پانی اس پر بہایا یا (نہر، ندی، دریا وغیرہ کے) بہتے پانی میں دھویا تو نچوڑنے کی شرط نہیں۔[11] بشرطیکہ نجاست زائل ہونے کا گمان غالب ہو۔ البتہ! اگر کپڑے وغیرہ ایسے نازک ہوں جو نچوڑے نہ جاسکتے ہوں یا وہ نچوڑنے کے قابل نہ ہوں مثلاً چٹائی، کارپیٹ، بستر کی بھاری چادریں اور چمڑے کے چپل وغیرہ تو ان کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، ایسا تین بار کریں، تیسری بار جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو وہ پاک ہو جائیں گے، ہر مرتبہ سکھانا ضروری نہیں بلکہ جیسے ہی پانی ٹپکنا بند ہو دوبارہ دھو لیں۔ **نچوڑنے سے متعلق چند احتیاطیں:** ❶ اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اُس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اگر کپڑے کا خیال کر کے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو پاک نہ ہو گا۔[12] ❷ اگر دھونے والے نے اچھی طرح نچوڑ لیا مگر ابھی ایسا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو طاقت میں اس سے زیادہ ہے نچوڑے تو دو ایک بوند ٹپک سکتی ہے تو اس (پہلے نچوڑنے والے) کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے۔ اس دوسرے کی طاقت کا (پہلے کے حق میں) اعتبار نہیں ہاں اگر یہ دھوتا اور اسی قدر نچوڑتا (جس قدر پہلے والے نے نچوڑا تھا) تو پاک نہ ہوتا۔ ❸ پہلی اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کر لینا بہتر ہے اور تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی، لیکن اگر کپڑے میں اتنی تری رہ گئی کہ نچوڑنے سے ایک آدھ بُوند ٹپکے گی تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ ❹ پہلی یا دوسری بار ہاتھ پاک نہیں کیا اور اس کی تری سے کپڑے کا پاک حصہ بھیگ گیا تو یہ بھی ناپاک ہو گیا پھر اگر پہلی بار کے نچوڑنے کے بعد بھیگا ہے تو اسے دو مرتبہ دھونا چاہیے اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ کی تری سے بھیگا ہے تو ایک مرتبہ دھویا جائے۔ یونہی اگر اس کپڑے سے جو ایک مرتبہ دھو کر نچوڑ لیا گیا ہے، کوئی پاک کپڑا بھیگ جائے تو یہ دو بار دھویا جائے اور اگر دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس سے وہ کپڑا بھیگا تو ایک بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔[13] ❺ کپڑے کو 3 مرتبہ دھو کر ہر مرتبہ خوب نچوڑا کہ اب نچوڑنے سے نہ ٹپکے گا پھر اس کو لٹکا دیا اور اس سے پانی ٹپکا تو یہ پانی پاک ہے اور اگر خوب نہیں نچوڑا تھا تو یہ پانی ناپاک ہے۔

کپڑوں کو نچوڑنے کے مسائل چونکہ کافی مشکل ہیں، لہٰذا ان میں خاص احتیاط کی حاجت ہے، چنانچہ بہتر ہے کہ ناپاک کپڑوں کو بہتے پانی میں (مثلاً دریا، نہر میں یا پائپ یا ٹونٹی کے جاری پانی کے نیچے) اتنی دیر تک رکھ چھوڑیں کہ ظنِّ غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہا کر لے گیا ہو گا تب بھی سب کپڑے پاک ہو جائیں گے اور آپ کپڑوں کے نچوڑنے سے متعلق احتیاطوں سے بھی بچ جائیں گی۔ چنانچہ اس کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ بالٹی میں یا واشنگ مشین میں ناپاک کپڑے ڈال کر پہلے پانی بھر دیجئے، پھر کپڑوں کو ہاتھ وغیرہ سے اِس طرح ڈبوئے رکھئے کہ کہیں سے کپڑے کا کوئی حصہ پانی کے باہر ابھرا ہوا نہ رہے۔ اب اوپر سے نل کھول دیجئے، یہاں تک کہ بالٹی کے اوپر سے اور واشنگ مشین کا وہ نچلا سوراخ جہاں سے پانی نکلتا ہے، کھلا ہونے کی صورت میں وہاں سے پانی خوب بہنے لگے۔ جب ظنِّ غالب آ جائے کہ پانی نجاست کو بہا کر لے گیا ہو گا تو اب وہ کپڑے اور بالٹی و واشنگ مشین کے اندر کا پانی نیز ہاتھ یا سلاخ کا جتنا حصّہ پانی کے اندر تھا سب پاک ہو گئے جبکہ کپڑے وغیرہ پر نجاست کا اثر باقی نہ ہو۔ البتہ! اِس عمل کے دوران یہ احتیاط ضَروری ہے کہ پاک ہو جانے کے ظنِّ

غالب سے قبل ناپاک پانی کا ایک بھی چھینٹا آپ کے بدن یا کسی اور چیز پر نہ پڑے۔ بالٹی وغیرہ کا اوپری کنارا یا اندرونی دیوار کا کوئی حصہ ناپاک پانی والا ہے اور زمین اتنی ہموار نہیں کہ بالٹی کے ہر طرف سے پانی ابھر کے نکلے اور مکمّل کنارے وغیرہ دھل جائیں تو ایسی صورت میں کسی برتن کے ذریعے یا جاری پانی کے نل کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس سے بالٹی وغیرہ کے چاروں طرف اِس طرح پانی بہایئے کہ کنارے اور بقیّہ اندرونی حصّے بھی دھل کر پاک ہو جائیں مگر یہ کام شروع ہی میں کر لیجئے کہیں پاک کپڑے دوبارہ ناپاک نہ کر بیٹھیں۔ نل کے نیچے پاک کرنے کیلئے بالٹی یا برتن ضروری نہیں، نل کے نیچے ہاتھ میں پکڑ کر بھی پاک کر سکتی ہیں۔ مگر یہ احتیاط ضروری ہے کہ ناپاک پانی کے چھینٹے آپ کے کپڑے بدن اور اطراف میں دیگر جگہوں پر نہ پڑیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر بالٹی یا کپڑے دھونے کی مشین میں پاک کپڑوں کے ساتھ ایک بھی ناپاک کپڑا پانی کے اندر ڈال دیا تو سارے ہی کپڑے ناپاک ہو جائیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پاک و ناپاک کپڑے جدا جدا دھوئیں۔ اگر ساتھ ہی دھونا ہے تو ناپاک کپڑے کا نجاست والا حصّہ احتیاط کے ساتھ پہلے پاک کر لیجئے، پھر بے شک دیگر میلے کپڑوں کے ہمراہ ایک ساتھ واشنگ مشین میں اس کو بھی دھو لیجئے۔ **ناپاک تیل کپڑے پر لگ جائے تو پاک کرنے کا طریقہ:** کپڑے یا بدن میں ناپاک تیل لگا تھا تین مرتبہ دھو لینے سے پاک ہو جائے گا اگرچہ تیل کی چکنائی موجود ہو، اس تکلّف کی ضرورت نہیں کہ صابن یا گرم پانی سے دھوئے لیکن اگر مُردار کی چربی لگی تھی تو جب تک اِس کی چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا۔ **کپڑے پر نجاست لگی مگر یاد نہیں کس جگہ لگی تو** اس کپڑے کو پاک کرنے کیلئے بہتر یہ ہے کہ پورا ہی دھو ڈالیں (لیکن اگر معلوم ہے کہ مثلاً آستین نجس ہو گئی مگر یہ نہیں معلوم کہ آستین کا کونسا حصہ ہے تو پوری آستین کا دھونا ہی پورے کپڑے کا دھونا ہے) اور اگر اندازے سے سوچ کر اس کا کوئی سا حصہ دھو لے جب بھی پاک ہو جائے گا، اور جو بلا سوچے کوئی ٹکڑا (حصّہ) دھو لیا جب بھی پاک ہے مگر اس صورت میں اگر چند نمازیں پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ نجس حصہ نہیں دھویا گیا تو پھر دھوئے اور نمازوں کا اِعادہ کرے (یعنی دوبارہ پڑھے) اور جو سوچ کر دھو لیا تھا اور بعد کو غلطی معلوم ہوئی تو اب دھو لے اور نمازوں کے اِعادہ (یعنی دوبارہ ادا کرنے) کی حاجت نہیں۔ **روئی ناپاک ہو جائے تو پاک کرنے کا طریقہ:** روئی کا اگر اتنا حصہ نَجِس (ناپاک) ہے جس قدر دُھننے سے اُڑ جانے کا گمان صحیح ہو تو دھننے سے (روئی) پاک ہو جائے گی ورنہ بِغیر دھوئے پاک نہ ہو گی ہاں اگر معلوم نہ ہو کہ کتنی نجس (ناپاک) ہے تو بھی دھننے سے پاک ہو جائے گی۔[14] **معاشرے میں پائی جانے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ:** * اکثر عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ دُودھ پیتے بچّے چونکہ کھانا نہیں کھاتے اس لئے ان کا پیشاب ناپاک نہیں ہوتا یہ غلط ہے دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاخانہ بھی ناپاک ہے۔[15] * راستے کا کیچڑ (چاہے بارش کا ہو یا کوئی اور) پاک ہے جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو تو اگر پاؤں یا کپڑے میں لگی اور بے دھوئے نماز پڑھ لی ہو گئی مگر دھو لینا بہتر ہے۔ * شیر خوار بچے نے قے کی اور دودھ ڈال دیا، اگر وہ منہ بھر قے ہے نجس ہے درہم سے زیادہ جگہ میں جس چیز کو لگ جائے ناپاک کر دے گا لیکن اگر یہ دودھ معدہ سے نہیں آیا بلکہ سینہ تک پہنچ کر پلٹ آیا تو پاک ہے۔ * دکھتی آنکھ سے یا ناف یا پستان سے درد کے ساتھ پانی نکلے تو نجاست غلیظہ ہے اور درہم کی مقدار ہو تو پاک کرنا فرض ہے اس چادر اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھی تو نہ ہو گی۔ * منی کپڑے یا جسم پر لگ کر خشک ہو گئی تو پاک کرنے کے لئے فقط اسے مل کر جھاڑنا اور صاف کرنا کافی ہے، بعد میں اگر کپڑے یا جسم کا وہ حصہ پانی سے بھیگ بھی جائے تو ناپاک نہ ہو گا۔ * اگر مَنی اب تک تَر ہے تو دھونے سے پاک ہو گی (سوکھنے سے قبل) ملنا کافی نہیں۔ * کفار کے ممالک سے امپورٹڈ استعمال شدہ سویٹر، جرابیں، قالین اور دیگر پرانے کپڑے کہ جب تک ان پر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو پاک ہیں بغیر دھوئے استعمال کرنے میں حرج نہیں البتہ پاک کر لینا مناسب ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے: فاسقوں کے استعمالی کپڑے جن کا نجس ہونا معلوم نہ ہو پاک سمجھے جائیں گے مگر بے نمازی کے پاجامے وغیرہ میں احتیاط یہی ہے کہ رومالی پاک کر لی جائے کہ اکثر بے نَمازی پیشاب کر کے ویسے ہی پاجامہ باندھ لیتے ہیں اور کفّار کے ان کپڑوں کے پاک کر لینے میں تو بہت خیال کرنا چاہیے۔[16]

---

(1) حلیۃ الاولیا، 3 / 182، رقم: 3633 (2) مسلم، ص 115، حدیث: 534 (3) بخاری، 1 / 125، حدیث: 307 (4) مراۃ المناجیح، 1 / 327 (5) مصنف ابن ابی شیبہ، 1 / 541، حدیث: 1017 (6) نزہۃ القاری، 1 / 796 (7) یہاں سے مکمل مضمون تقریباً امیر اہلسنت کے رسالے "کپڑے پاک کرنے کا طریقہ" اور بہار شریعت سے ماخوذ ہے۔ (8) بہار شریعت، 1 / 397 (9) بہار شریعت، 1 / 398 (10) بہار شریعت، 1 / 400 (11) فتاویٰ امجدیہ، 1 / 35 (12) بہار شریعت، 1 / 398 (13) بہار شریعت، 1 / 398 (14) بہار شریعت، 1 / 403 (15) بہارِ شریعت 1 / 390 ملخصاً (16) بہار شریعت، 1 / 405

شرعی رہنمائی

مفتی فضیل رضا عطاری (دار الافتاء اہلِ سنت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی)

(01) کیا لڑکی کا اس کی امی کے خالہ زاد بھائی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا نکاح میری امی کے خالہ زاد بھائی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ کا نکاح آپ کی والدہ کے خالہ زاد بھائی سے ہو سکتا ہے، جبکہ نکاح سے ممانعت کا کوئی سبب جیسے رضاعت و حرمتِ مُصاہرت وغیرہ موجود نہ ہو، کیونکہ آپ اپنی والدہ کے خالہ زاد بھائی کے لیے خالہ کی بیٹی کی بیٹی ہوئیں اور یہ ان عورتوں میں سے نہیں جن سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ کس سے نکاح جائز ہے کس سے نہیں اس حوالہ سے ضابطہ کُلیہ یہ ہے کہ: اپنی فرع یعنی بیٹی، پوتی، نواسی چاہے کتنی ہی بعید (دور) ہو، یونہی اپنی اصل یعنی ماں، دادی، نانی چاہے کتنی ہی بلند ہو ان سے نکاح مطلقاً حرام ہے۔ اپنی اصلِ قریب کی فرع جیسے ماں اور باپ کی اولاد یا ماں باپ کی اولاد کی اولاد چاہے کتنی ہی بعید ہو اس سے نکاح حرام ہے۔ اپنی اصلِ بعید کی فرع قریب جیسے دادا، پر دادا، نانا، دادی، نانی، پرنانی کی بیٹیاں ان سے نکاح حرام ہے۔ اپنی اصلِ بعید کی فرع بعید جیسے دادا، پر دادا، نانا، دادی، نانی، پرنانی کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصلِ قریب کی فرع نہ ہوں، ان سے نکاح جائز ہے۔ اس ضابطہ کے مطابق آپ اپنی والدہ کے خالہ زاد بھائی کے لیے اس کی اصلِ بعید یعنی نانی کی فرع بعید یعنی پَر نواسی کہلائیں گی، لہٰذا آپ کا اس سے نکاح درست ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(02) کیا فوت ہونے والی عورت کا نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ درست ہے کہ عورت جب مرتی ہے تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے خاوند اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کفن پہننے سے پہلے چہرہ دیکھ سکتا ہے بعد میں نہیں دیکھ سکتا۔ تو ان میں سے کیا درست ہے؟ نیز اگر خاوند مرے تو پھر نکاح کیوں ختم نہیں ہوتا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! یہ بات درست ہے کہ عورت کے مرتے ہی اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اب یہ شوہر بھی اپنی فوت شدہ بیوی کے جسم کو بلا حائل ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ہاں شوہر اپنی فوت شدہ بیوی کا چہرہ کفن سے پہلے بھی دیکھ سکتا ہے اور کفن کے بعد بھی دیکھ سکتا ہے حتی کہ قبر میں رکھنے کے بعد بھی دیکھ سکتا ہے۔ اور کسی اجنبی شخص کو فوت شدہ عورت کا چہرہ دیکھنا بھی منع ہے۔ یاد رہے کہ جب شوہر فوت ہو تو عورت کا نکاح فوری اس وجہ سے ختم نہیں ہوتا کہ عورت ابھی اس نکاح کی عدت میں ہوتی ہے اور جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک نکاح بھی باقی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے عدت کے اندر عورت کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

عقیقہ

عقیقہ کا لغوی معنیٰ اگرچہ کاٹنا ہے، مگر بچہ پیدا ہونے پر اس کی طرف سے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے بھی عقیقہ کہتے ہیں۔[1] عقیقہ 7 ویں دن افضل ہے۔ نہ ہو سکے تو 14 ویں، ورنہ 21 ویں، ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو، وقت دن کا ہو۔[2] جب بھی عقیقہ کیا جائے اس کی پیدائش سے ایک دن پہلے کیا جائے مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعرات کو کیا جائے۔[3] عقیقہ کا وقت اگرچہ ساتویں روز سے شروع ہوتا ہے اور سنت و افضل یہی ہے تاہم اس سے قبل حتّٰی کہ ایک دن کے بچّے کا بھی عقیقہ کر دیا تو ہو گیا۔[4]

عقیقہ چونکہ فرض یا واجب نہیں، بلکہ مباح و مستحب ہے۔ لہٰذا اگر گنجائش ہو تو ضرور کرنا چاہئے، نہ کرے تو گناہ نہیں، یہ جو کہا جاتا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں، کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فعل سے ثابت ہے، جیسا کہ ابو داود شریف کی روایت کے مطابق حضور نے امام حسن و امام حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا[5] جبکہ امام نسائی کی روایت میں ہے کہ دو دو مینڈھے ذبح کئے۔[6] چنانچہ بہتر یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی جائے، لڑکے کیلئے نر اور لڑکی کیلئے مادہ جانور ذبح کرے اگر ایسا نہ کیا تو بھی حرج نہیں، عقیقہ ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: جو قدرت ہونے کے باوجود عقیقہ نہ کرے اس کا بچہ اپنے والدین کی شفاعت نہ کر سکے گا۔[7] کیونکہ بچّے کا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اُس کو والدین کے حق میں شفاعت کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔[8] البتہ! جو بچہ بالغ ہونے سے پہلے مر گیا اور اس کا عقیقہ کر دیا تھا یا عقیقہ کی استطاعت نہ تھی یا بچہ 7 ویں دن سے پہلے ہی مر گیا تو ان سب صورتوں میں وہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا لیکن شرط یہ ہے کہ والدین ایمان کی حالت میں فوت ہوئے ہوں۔[9]

عقیقے سے متعلق رسمیں: ※ عقیقہ کا گوشت بچے کے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ سب کھا سکتے ہیں۔ جاہلوں میں جو یہ مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت یہ لوگ نہیں کھا سکتے یہ بالکل غلط ہے۔[10] ※ شادی بیاہ کے موقع پر شادی کے جانور میں بعض لوگ دولھا اور دیگر افراد کے عقیقہ کی نیت کر لیتے ہیں، لہٰذا اگر جانور قربانی کی شرائط کے مطابق ہو اور کوئی مانعِ شرعی نہ ہو تو عقیقہ ہو جائے گا۔ ※ عقیقہ کو بسا اوقات بطورِ رسم ادا کیا جاتا ہے، اللہ و رسول کی رضا سمجھ کر نہیں، کیونکہ بعض لوگ برادری میں اپنی ناک بچانے کے لئے قرض لے کر عقیقہ کرتے ہیں، ایسی صورت میں اجر نہ ملے گا۔ ※ بعض لوگ اپنی برادری کے لحاظ سے جانور ذبح کرتے ہیں، یہاں تک کہ بڑی برادری والے لوگ چھ سات جانور ذبح کر کے تمام گوشت برادری میں تقسیم کر دیتے ہیں یا پر تکلف کھانا پکا کر عام دعوت کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنا ضروری نہیں۔ ※ دلہن کا پہلا بچہ میکے میں پیدا ہو اور عقیقہ وغیرہ کا سارا خرچہ دلہن کے ماں باپ کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو سخت بدنامی ہوتی ہے، جبکہ یہ شرعاً درست نہیں ہے۔ ※ عقیقے کے موقع پر بچے کے ننھیال والے اپنی لڑکی کو سونے کی کوئی چیز پہناتے ہیں، جبکہ بچے کے کپڑے گفٹ، سونے چاندی کی کوئی چیز، پیسے اور سسرال والوں کے کپڑے وغیرہ بناتے ہیں، اس میں شرعاً حرج نہیں جبکہ ہر کوئی اپنی خوشی اور استطاعت کے مطابق دے۔ ※ عقیقہ کے جانور کی سری نائی کو اور ران دائی کو دی جائے، اگر یہ دونوں مسلمان ہوں۔

---

❶ النہایۃ، 3/250 ❷ فتاویٰ رضویہ، 20/586 ❸ رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص158
❹ عقیقے کے بارے میں سوال جواب، ص7 ❺ ابو داود، 3/143، حدیث: 2841 ❻ نسائی، ص688، حدیث: 4225 ❼ فتاویٰ رضویہ، 20/596 ملخصاً ❽ اشعۃ اللمعات، 3/512
❾ فتاویٰ رضویہ، 20/596 ملخصاً ❿ فتاویٰ رضویہ، 20/590

زندگی اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ ایک بہترین نعمت ہے اب یہ ہماری ذمّہ داری ہے کہ ہم اسے بہتر بنائیں یا بدتر۔ چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہونی چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کو اسی طرح بسر کریں جس طرح ہمارا رب چاہتا ہے، کیونکہ اللہ پاک کی رضا والے کام کرنے سے نہ صرف اللہ پاک خوش ہو گا بلکہ ہماری زندگی بھی مزید خوش گوار ہو جائے گی۔ اسلام نے چونکہ زندگی کے ہر ہر موڑ پر اپنے ماننے والوں کی رہنمائی فرمائی ہے، لہٰذا اگر کوئی یہ چاہے کہ اسلام نے زندگی کو اچھا و خوش گوار بنانے کے جو اصول و ضوابط عطا فرمائے ہیں انہیں چند لفظوں میں بیان کر دیا جائے تو گویا یہ کام دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، چنانچہ ذیل میں چند ایسے اعمال کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے جس پر عمل سے یقیناً ہر اسلامی بہن اپنی دنیاوی زندگی کو اچھا و خوش گوار بنا سکتی ہے۔ مگر اس مختصر جائزے سے پہلے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات بنیادی طور پر ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معاملات اور آدابِ حیات پر مشتمل ہیں اور باقی تمام اقسام کے اعمال انہی کے تحت آتے ہیں۔

ایمانیات: ایمانیات کا تعلق اگرچہ اعمال سے نہیں، بلکہ دل کے پختہ عقیدے و ارادے سے ہے، مگر جو باتیں ایمانیات سے تعلق رکھتی ہیں چونکہ وہ کئی ایک اعمال کے لئے روح کی حیثیت بھی رکھتی ہیں، لہٰذا افعال کی درستی سے پہلے عقائد کی درستی بھی لازم و ضروری ہے۔ مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ قرآن پاک اللہ پاک کا کلام ہے اور اس کی برکتیں اور فوائد حد درجہ ہیں، چنانچہ مروی ہے کہ جو ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی اور جو کوئی رات کو سوتے وقت اسے پڑھے اللہ پاک اسے، اس کے گھر اور آس پاس کے گھروں کو (بلاؤں وغیرہ سے) محفوظ فرمادے گا۔[1]

عبادات: ان میں فرض، واجب، سنت اور مستحب ہر طرح کی عبادات شامل ہیں، مختلف عبادات اور ان کے لوازمات پر عمل سے بھی ہم کثیر دنیاوی فوائد حاصل کر سکتی ہیں۔ مثلاً نماز کو ہی لے لیجئے کہ دن میں اگرچہ پانچ نمازیں ہم پر فرض ہیں، مگر ان کی ادائیگی سے بے شمار دنیاوی فوائد بھی ملتے ہیں، مثلاً نماز دل، معدہ اور آنتوں وغیرہ کے مرض میں شِفا دیتی، دَرد و غم کا احساس بھلا دیتی یا کم کر دیتی ہے، نماز میں بہترین ورزش ہے کہ اس میں قیام، رکوع اور سجدے وغیرہ کرنے سے بدن کے اکثر جوڑ حرکت کرتے ہیں، نزلہ زُکام کے مریض کے لئے طویل (یعنی لمبا) سجدہ نہایت مفید ہے، سجدے سے بند ناک کھلتی ہے، آنتوں میں جمع ہونے والے غیر ضروری مواد کو حرکت دے کر نکالنے میں سجدہ کافی مدد گار ثابت ہوتا ہے، نماز سے ذِہن صاف ہوتا اور غصّے کی آگ بجھ جاتی ہے۔[2] نماز صحت کی حفاظت کرتی، اذیت یعنی تکلیف دور کرتی، بیماری بھگاتی، دل کی قوت بڑھاتی، فرحت کا سامان بنتی، سُستی دور کرتی، شرحِ صدر کرتی یعنی سینہ کھولتی، روح کو غذا فراہم کرتی، دل منور کرتی اور چہرہ چمکاتی ہے۔[3] اسی طرح روزے میں بھی اللہ پاک نے ہمارے لئے بہت سے فائدے رکھے ہیں، جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے: روزہ رکھو، صحت مند ہو جاؤ گے۔[4] زکوٰۃ: اسلام میں زکوٰۃ کا نظام بھی حکمت

سے خالی نہیں اس سے جہاں دوسروں کی مالی مدد ہوتی ہے، وہیں زکوٰۃ ادا کرنے والے کو یہ فائدہ ملتا ہے کہ اس کا مال ہلاکت سے محفوظ رہتا ہے،[5] نیز راہِ خدا میں دینے سے مال کم نہیں ہوتا، بلکہ مزید بڑھتا ہے۔[6] حج کی ادائیگی سے بندہ مال دار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے: حُجُّوْاتَسْتَغْنُوْا یعنی حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔[7] عبادات میں چونکہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو ان کے لوازمات کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کے بغیر عبادات مکمل نہیں ہوتیں، لہٰذا یاد رکھئے کہ وہ تمام چیزیں بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں، مثلاً وضو نماز کے لئے اگرچہ شرط ہے، مگر نماز کے علاوہ بھی باوضو رہنے کے فوائد کثیر ہیں، جیسا کہ ذہنی دباؤ یعنی ٹینشن اور مایوسی کا ایک روحانی علاج وضو بھی ہے۔[8] اسی طرح مسواک سنت ہے اور اس کے فوائد بھی بہت ہیں، ایک روایت میں ہے: مسواک میں موت کے سوا ہر مرض سے شفا ہے۔[9] اس سے منہ کی صفائی ہوتی، معدہ درست، مسوڑھے مضبوط، بلغم دور، حافظہ مضبوط اور عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔[10] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورتوں کے لئے مسواک کرنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے۔[11]

اخلاقیات: نفس میں موجود ایک ایسی کیفیت ہے جس کی وجہ سے بڑی آسانی سے اعمال واقع ہوتے ہیں اور غور و فکر کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔ اگر اس کیفیت کے باعث عقلاً و شرعاً پسندیدہ افعال ادا ہوں تو اسے حسنِ اخلاق کہتے ہیں اور اگر عقلاً و شرعاً ناپسندیدہ افعال ادا ہوں تو اسے بد اخلاقی کہتے ہیں۔[12] چنانچہ اچھے اعمال کا دنیا و آخرت میں مفید ہونا اور برے اعمال کا نقصان دہ ہونا کسی سے پوشیدہ نہیں، مثلاً سچ بولنے کے فوائد اور جھوٹ کے نقصانات سے کون آگاہ نہیں۔ اسی طرح صبر و شکر کے فوائد اور بے صبری و ناشکری کے نقصانات سے بھی ہر کوئی آگاہ ہے۔ اسی طرح والدین، شوہر یا دیگر محرم رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا اور ان کیلئے دل میں کینہ و بغض اور حسد وغیرہ نہ رکھنا وہ اعمال ہیں جن سے اللہ پاک خوش ہوتا ہے اور اسکے دنیوی فوائد بھی ہیں مثلاً فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے: جسے یہ پسند ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔[13]

معاملات: وہ افعال جن کا تعلق بندوں سے متعلق ہو، معاملات کہلاتا ہے، معاملات اگر خدا اور رسول کے حکم کے موافق کئے جائیں تو باعثِ ثواب ہیں ورنہ گناہ اور سببِ عذاب۔[14] مثلاً نکاح کو اسلام میں ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے اور یہ آقا کریم کی بہت ہی پیاری سنت ہے، اس کے دینی و دنیوی فوائد بھی کثیر ہیں۔ مثلاً نکاح سے اولاد کی نعمت ملتی ہے، معاشرے میں عزت حاصل ہوتی، نیز شیطان کے حملوں سے حفاظت رہتی ہے اور نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔[15] اللہ پاک اپنے فضل سے غنی کر دیتا ہے۔[16]

آدابِ حیات: آداب حیات مثلاً سر میں تیل ڈالنا، کنگھا کرنا، ناخن تراشنا اور خوشبو لگانا وغیرہ یہ سب وہ اعمال ہیں جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، انہیں بجالانے کا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اس سے سکون و راحت، نفاست و نظافت اور آرام ملتا ہے، نیز وقار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام: مذکورہ مختصر جائزے کے مطابق ہمیں بھی چاہیے کہ ان اعمال کو بجالائیں اور اللہ پاک کو راضی کرنے کے ساتھ ساتھ ان اعمال کی دنیوی برکتیں اور ثمرات بھی حاصل کریں۔ چنانچہ ان اعمال پر عمل کا ایک آسان ذریعہ دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول کو اپنانا بھی ہے۔ ان شاء اللہ اس ماحول کی برکت سے اسلامی احکامات کی حکمتوں کو سمجھنے کی توفیق ملے گی۔

---

(1) شعب الایمان، 2/458، حدیث: 2395 (2) ابن ماجہ، حاشیہ سندھی، 4/98 (3) فیض القدیر، 4/689 (4) معجم اوسط، 6/146، حدیث: 8312 (5) مراسیل ابی داود، ص8 (6) مسلم، ص1397، حدیث: 2588 (7) مصنف عبد الرزاق، 5/8، حدیث: 2359 (8) خودکشی کا علاج، ص64 (9) جامع صغیر، ص297، حدیث: 4840 (10) مسواک کے فضائل، ص3 (11) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص357 (12) احیاء العلوم، 3/68 (13) مسند امام احمد، 4/530، حدیث: 13812 (14) بہار شریعت، 1/281 (15) بخاری، 3/422، حدیث: 5066 (16) پ18، النور: 32

بنتِ شکیل احمد عطاریہ مدنیہ
حیدر آباد دکن ہند

کو برا بنانے والے اعمال

اللہ پاک نے ہمیں ایمان کی جس دولت سے سرفراز فرمایا ہے، اس پر اس کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے، چنانچہ ہم پر لازم ہے کہ اس دارِ عمل میں کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اس بیش بہا نعمت سے محرومی ہمارا مقدر بن جائے، کیونکہ نجات کی حق دار وہی ہے جو دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے گئی، کیونکہ شیطان تو ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ ہمارا خاتمہ اچھا نہ ہو اور ہم دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت نہ ہوں، چنانچہ ہمیں ہر دم برے خاتمے سے ڈرتے رہنا چاہئے، کیونکہ اس سے انبیائے کرام علیہ السلام بھی اللہ پاک کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں خود کو جنت میں پایا، وہاں میں نے 300 انبیائے کرام سے ملاقات کی اور ان سب سے یہ سوال کیا کہ آپ حضرات دنیا میں سب سے زیادہ کس بات سے خوف زدہ رہتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: برے خاتمے سے۔[1] لہٰذا جب انبیائے کرام علیہمُ السّلام کا یہ عالم تھا تو ہم گناہ گاروں کو کس قدر ڈرنا چاہئے! خود سوچ لیجئے۔

نیز یاد رکھئے کہ اعمال کا دار و مدار چونکہ خاتمہ پر ہے۔[2] لہٰذا اس سے مراد یہ ہے کہ مرتے وقت جیسا کام ہو گا ویسا ہی انجام ہو گا، لہٰذا چاہئے کہ بندہ ہر وقت ہی نیک کام کرے کہ شاید وہی اس کا آخری وقت ہو۔[3]

خدایا برے خاتمے سے بچانا　　کرم کر کرم کر کرم یاالٰہی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مومن اپنے گناہوں کو ایسے خیال کرتا ہے گویا وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے ڈر ہے کہ یہ مجھ پر گر جائے گا، جبکہ کافر اپنے گناہوں کو ایسے دیکھتا ہے جیسے ناک پر سے مکھی گزری ہو۔[4] چنانچہ ہمیں ان تمام گناہوں سے بچنا چاہئے جو برے خاتمے کا سبب بن سکتے ہیں کہ مشہور کہاوت ہے: محتاط سدا سکھی رہتا ہے۔ لہٰذا خیر خواہی کی نیت سے ذیل میں چند ایسے اعمال ذکر کئے جا رہے ہیں، جن سے بچنا ہمیں برے خاتمے سے محفوظ رکھ سکتا ہے:

(1) گناہوں سے بے خوف ہو جانا یا ڈرنا چھوڑ دینا یا اپنے انجام سے بے خوف ہو جانا یعنی نزع کے وقت ایمان چھن جانے کا خوف نہ ہونا برے خاتمے کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا سلامتی ایمان کی فکر کرنا ضروری ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ بہت سے ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نگاہ میں بال سے زیادہ باریک ہیں، لیکن زمانۂ نبوی میں ہم انہیں بڑے گناہوں میں سے شمار کرتے تھے۔[5] (2) منافقت: یہ بھی برے خاتمے کا ایک سبب ہے۔ اسی لئے بزرگانِ دین منافقت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر مجھے علم ہو کہ میں منافقت سے پاک رہوں گا تو یہ بات مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔[6] (3) نماز میں سستی: محض سستی کی بنا پر نماز وقت پر ادا نہ کرنا بھی انتہائی مہلک اور خطرناک امر ہے، بلکہ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے برے خاتمے کا سخت اندیشہ رہتا ہے۔ معاذَ اللہ (4) درود پاک نہ پڑھنے کا وبال: حضور کا ذکر سن کر قصداً درود پاک نہ پڑھنا

بھی بری موت کا سبب بن سکتا ہے، چنانچہ منقول ہے: ایک شخص کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں سر پر مجوسیوں کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھ کر اِس کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا: جب کبھی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نام مبارک آتا میں دُرود شریف نہ پڑھتا تھا اس گناہ کی نحوست سے مجھ سے معرِفت اور ایمان سلب کر لئے گئے۔[7] نیز حضور کے نام کے ساتھ صلعم بھی ہرگز نہ لکھا جائے بلکہ پورا درودِ پاک لکھیں چاہے کتنی بار ہی لکھنا ہو۔ **(5) اذان کے دوران گفتگو کرنا:** اذان کے دوران گفتگو کرنا بھی برے خاتِمے کا سبب بن سکتا ہے، بہارِ شریعت میں ہے: جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر مَعاذَ اللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔[8] **(6) بدنگاہی:** بدنگاہی کرنا اللہ پاک کے نزدیک بہت ہی ناپسندیدہ عمل اور برے خاتمے کا سبب ہے۔ سلف صالحین نظر کے فتنہ سے بچنے کے لئے اور برے خاتمے کے خوف سے اپنی نگاہیں بہت زیادہ جھکا کر رکھتے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: نظر کے فتنوں سے بچو! کیونکہ یہ دیکھی جانے والی صورت کو دِل میں نقش کر دیتی ہے اور بے شک دُنیا کے عیوب ظاہر ہیں، کتنے ہی آزمائش کے دروازے کھول دیئے گئے اور آنکھ کے دھوکے جیسا کوئی دھوکا نہیں۔[9] **(7) شراب نوشی:** شراب نوشی اسلام میں حرام ہے اور اس کا عادی شخص مرتے وقت ایمان کی دولت سے محروم ہو سکتا ہے۔ کئی واقعات اس پر شاہد ہیں، بدقسمتی سے فی زمانہ فیشن کے نام پر بہت سے مرد وخواتین اس عادتِ بد میں مبتلا ہیں انہیں اس سے جان چھڑانی چاہیے اللہ پاک ہمیں محفوظ رکھے۔ **(8) والدین کی نافرمانی:** والدین کے فرمانبردار حضرات دنیا و آخرت میں کامیاب رہتے ہیں، جبکہ والدین کی نافرمانی کرنے والے طرح طرح کی آزمائشوں میں گرفتار رہتے ہیں اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے بھی ایمان برباد ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ **(9) مسلمانوں کو تکلیف دینا:** اللہ پاک کے نزدیک مسلمان کی حرمت بہت زیادہ ہے، اس لئے اسلامی بہنوں کو چاہیے کہ آپس میں کسی کو بھی حقیر نہ جانیں اور نہ کسی کو تکلیف اور ایذا پہنچائیں۔[10] **(10، 11) چغلی اور حسد:** یہ بھی برے خاتمے کے اسباب میں سے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کے بارے میں آتا ہے کہ چغلی اور حسد کی وجہ سے اس کی زبان سے کلمہ جاری نہ ہوا اور وہ کفر پر مرا۔[11] **(12) فرض حج میں بلاوجہ تاخیر:** یہ بھی برے خاتمے کے اسباب میں سے ہے۔ رسولِ کریم نے فرمایا: جو شخص (فرض ہونے کے باوجود) حج نہ کرے اور مر جائے تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے، یا عیسائی ہو کر۔[12] **(13، 14)** انبیائے کرام، صحابۂ کرام اور اللہ کے نیک بندوں سے بغض و عداوت رکھنا، ان کو مَعاذَ اللہ سب وشتم کرنا ایسے بدترین اعمال ہیں جن کی وجہ سے خاتمہ برا ہو جاتا ہے۔ **(15، 16) علما یا پیران عظام سے بغض:** معظم دینی مثلاً کسی عالم دین یا پیر صاحب کی شان میں برے الفاظ کہنا بہت سخت جرأت ہے ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اگر (کوئی) عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے، اور اگر بوجہِ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب، خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔[13] اللہ پاک ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایمان پہ رب رحمت دے دے تو استقامت
دیتا ہوں واسطہ میں تجھ کو ترے نبی کا

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) احیاء العلوم، 4/525 (2) بخاری، 4/274، حدیث:6607 (3) مراٰۃ المناجیح، 1/95 (4) بخاری، 4/190، حدیث: 6308 (5) مسند احمد، 4/568، حدیث: 14041 (6) احیاء العلوم مترجم، 4/509 (7) سبع سنابل، ص35 (8) بہارِ شریعت، 1/473 (9) حکایتیں اور نصیحتیں، ص245 (10) شرح الصدور، ص27 (11) منہاج العابدین، ص151، بتغیر (12) ترمذی، 2/219، حدیث:812 (13) فتاویٰ رضویہ، 129/21

سلسلہ فرضی حکایت

گمانِ بد کا نتیجہ

اُم زمیل عطاریہ
واہ کینٹ

سارہ اور نگہت بہت پکی سہیلیاں تھیں، ایک دوسرے کے کام آتیں، خوشی وغمی میں ساتھ نبھاتیں، ایک دوسری کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہ کرتیں، کوئی ایک پریشان ہوتی تو دوسری کی بھی جان پر بنی ہوتی، الغرض ان کی دوستی علاقے بھر کیلئے مثالی بن چکی تھی، مگر چونکہ اچھا اور مخلص دوست ملنا ایک نعمت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر صاحبِ نعمت حسد کا شکار ہو ہی جاتا ہے، لہٰذا سارہ اور نگہت کی دوستی کو بھی حاسدین کی نظر لگ گئی اور ان دونوں سہیلیوں کے درمیان بدگمانی کی ایک مضبوط دیوار کھڑی ہوگئی۔

ہوا یوں کہ بعض حسد کی ماری ہوئی خواتین ان کی بے مثال دوستی سے جلنے لگیں اور ان میں علیحدگی کروانے کی تدبیریں سوچنے لگیں، بالآخر فسادی ذہنیت والی ایک شاطرہ عورت کو ان میں پھوٹ ڈالنے کی تجویز سوجھ ہی گئی، چنانچہ ایک دن جب وہ دونوں ایک ساتھ کہیں موجود تھیں تو وہ شاطرہ ان کے پاس آئی اور دونوں سے بہت پُرتپاک انداز میں ملی، پھر اس نے سارہ کے قریب ہوکر آہستہ سے کہا کہ مجھے تم سے ایک بات کہنی ہے، سارہ بولی: کہو! کیا کہنا ہے۔ تو اس فتنہ پرور عورت نے ہتھیلی کا حجاب بناکر کان قریب کرنے کا اشارہ کیا جیسے کوئی رازدارانہ بات کرنی ہو، سارہ نے کان اس کے قریب کیا تو اس شاطرہ نے تھوڑی دیر تک اپنے ہونٹ تو اس کے کان کے قریب رکھے مگر کوئی بات نہ کی، البتہ اس دوران وہ کن انکھیوں سے مسلسل نگہت کو بھی ایسے دیکھتی رہی جیسے اسی کے بارے میں کوئی بات کہہ رہی ہو، اس کے بعد وہ فوراً وہاں سے چلتی بنی، سارہ اس کی اس حرکت پر ابھی اُلجھن کا شکار ہی تھی کہ نگہت نے اس سے پوچھ لیا کہ آخر ایسی کیا بات تھی جو میرے سامنے کرنے کے بجائے اسے تمہارے کان میں کہنا پڑی؟ سارہ نے حقیقت بتادی کہ اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ مگر نگہت نہ مانی بلکہ کہنے لگی کہ تم اتنی دیر تک اس کی باتیں سنتی رہیں اور وہ مجھے بھی دیکھے جارہی تھی، اب کہہ رہی ہو کہ اس نے کوئی بات نہیں کی، آخر مجھ سے کیا چھپا رہی ہو؟ سارہ نے ہرچند یقین دلایا کہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا، میں تو انتظار میں تھی کہ وہ بات کرے مگر وہ اچانک چلی گئی، مگر نگہت کو اس کی بات کا یقین نہ آیا اور وہ دل برداشتہ ہوکر گھر چلی گئی۔ گھر پہنچ کر بھی اس کے ذہن سے یہ بات نکل نہ پائی، سارہ سے دوستی کا جو مان تھا وہ ٹوٹ گیا، اس نے ملنا جلنا کم کردیا اور کچھ ہی دنوں میں وہ سارہ سے اتنی بددل اور بدظن ہوگئی کہ ان کی سچی اور مخلصانہ دوستی نفرت آمیز دشمنی میں بدل گئی۔

سچ ہے کہ گمانِ بد نہ صرف ایک فرد بلکہ پورے معاشرے کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیتا ہے، دلوں میں نفرت اور بغض و کینہ جیسی برائیوں کو جنم دیتا ہے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے پیاروں کے بارے میں حتی الامکان گمانِ بد سے بچتی رہیں کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: بدگمانی سے بچو بے شک بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔[1] حقیقت کی عکاسی کرتی ہوئی اس فرضی حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیں حاسدین کے شر سے خبردار رہنا چاہئے اور ان کے شر سے اللہ پاک کی پناہ مانگنی چاہئے۔

1 بخاری، 3/446، حدیث:5143

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے دوسرے تحریری مقابلے اور ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 27 ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے تحریری مقابلے کے موصول ہونے والے کل مضامین 22 تھے، جن میں سے ایک بعض وجوہات کی بنا پر قبول نہیں ہوا، جن کے مضامین قبول ہوئے ان سب کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
اممِ سابقہ کے قصص	6	اولیائے کرام کا عشقِ رسول	10	جہنم میں عورتوں کی کثرت	6
ریجیکٹ مضامین	0	ریجیکٹ مضامین	0	ریجیکٹ مضامین	1

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی: بنتِ محمد اسلم (کورنگی)، بنتِ محمد حسین قادری (کھارادر)، بنتِ محمد ذوالقرنین قادری (گلشن اقبال)، اُمِّ سلمہ عطاریہ (ملیر)، بنتِ شہزاد احمد (چونا بھٹی)، بنتِ جمیل احمد عطاری (سندھی ہوٹل)، بنتِ محمود علی (خداداد کالونی)، بنتِ محمد عدنان عطاری (رنچھوڑلائن)۔ متفرق شہر: بنتِ فلک شیر عطاریہ (فالکن روڈ، جوہر آباد)، بنتِ کریم عطاریہ (واہ کینٹ)، بنتِ مدثر (راولپنڈی)، بنتِ محمد اشرف عطاریہ (وزیر آباد)، بنتِ عبد الجبار (کوٹری)، بنتِ گلزار احمد عطاری (اوکاڑہ)۔ اوورسیز: اُمِّ عبد اللہ (مرزاپور، ہند)، بنتِ حلیم قریشی (بیلجیم)، اُمِّ حسان (سڈنی)، بنتِ عبد الرؤوف عطاریہ (ساؤتھ امریکہ)

اممِ سابقہ کے قصص

بنتِ عبد الرؤوف (ساؤتھ امریکہ)

قرآنِ کریم وہ کامل اور اکمل کتاب ہے جس میں انسان کے لیے مکمل ضابطۂ حیات بیان فرما دیا گیا۔ زندگی کے ہر گوشے پر بہترین رہنمائی اس مبارک کتاب میں موجود ہے۔ ان تمام موضوعات کو انسانی عقل و شعور سے ہم آہنگ بنانے کے لیے مختلف اسالیب میں بیان فرمایا گیا۔ انہی میں سے ایک نہایت پر اثر اور دلچسپ اسلوب سابقہ اقوام کے واقعات بیان کرنا ہے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کے پیارے پیارے کلام میں موجود واقعات عام قصے کہانیوں کی طرح من گھڑت اور بے ہودہ باتوں سے پاک، حقیقت پر مبنی اور قلب کی پاکیزگی کا باعث ہیں۔ قرآنِ کریم میں جگہ بہ جگہ ان واقعات کو بیان کرنے کے مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہاں صرف سورۂ شعراء میں موجود واقعات کے متعلق چند نکات پیشِ خدمت ہیں: سورۂ شعراء میں بیان کئے جانے والے واقعات خاص طور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی قلبی تسکین کے لئے نازل فرمائے گئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے کے باعث انتہائی رنجیدہ تھے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ(۳) (پ19، الشعراء: 3) ترجمہ: (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو ختم نہ کردو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اجمالی طور پر اس سورت میں بیان کئے گئے واقعات دیگر سورتوں میں بھی موجود ہیں اور ان کے کئی مقاصد بھی بیان فرمائے گئے چنانچہ تفسیر صراط الجنان کے مطابق سورۂ شعراء آیت نمبر 10 تا 66 میں جو فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قصہ بیان کیا گیا اس کا مقصد اللہ پاک کی قدرت کے ظہور کی روشن نشانیوں کا بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً (پ19، الشعراء:103) ترجمہ: بیشک اس بیان میں ضرور نشانی ہے۔ آیت نمبر 69 تا 103 میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے واقعے میں ان سب کے لئے عبرت کی نشانی ہے جو اللہ پاک کے علاوہ اوروں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ جن کو یہ پوجتے ہیں بروزِ قیامت وہی ان سے بیزاری ظاہر کریں گے اور انہیں کوئی

فائدہ نہ دیں گے۔[1] حضرت نوح علیہ السّلام کا واقعہ جو آیت نمبر 105 تا 120 میں بیان فرمایا گیا اس میں حق سے تکبر کرنے اور غریب مسلمانوں کو حقیر جاننے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے تاکہ ان کے دردناک انجام سے ایسے لوگ عبرت پکڑیں اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔[2] حضرت ھود علیہ السّلام کی قوم کا عبرت ناک انجام بیان فرمایا جن کو ہوا کا عذاب نازل کر کے ہلاک کر دیا گیا تاکہ نبیوں کو جھٹلانے اور اپنی ضد پر اڑے رہنے کا نتیجہ واضح ہو۔[3] اسی طرح حضرت صالح علیہ السّلام، حضرت لوط علیہ السّلام اور حضرت شعیب علیہ السّلام کے واقعات بیان فرمائے اور ان سے ناپ تول میں کمی کرنے، رہزنی، لوٹ مار کرنے، کھیتیاں تباہ کرنے اور زمین میں فساد پھیلانے سے منع فرمایا۔[4]

سورۃ الشعراء آیت نمبر 181 تا 184 کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ انبیا علیہمُ الصّلوٰۃ والسّلام کے واقعات بیان کرنے کا ایک اہم مقصد لوگوں کو عبادات، اخلاقیات، سیاسیات اور معاملات سے متعلق تعلیم دینا بھی ہے۔ اللہ کریم ہمیں بھی ان واقعات سے سبق حاصل کرنے اور عمل کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

جہنم میں عورتوں کی کثرت

بنتِ ذوالقرنین قادری (گلشن اقبال، کراچی)

جہنم میں عورتوں کی کثرت کے اسباب و وجوہات سے متعلق احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ عورت بحیثیت عورت ہونے کے جہنم کی زیادہ مستحق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی تو میں نے آج جیسا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے جہنم میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہُ عنہم نے عرض کی: اے اللہ پاک کے رسول! وہ کیوں؟ تو نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اپنے کفر کی وجہ سے۔ عرض کی گئی: کیا وہ اللہ پاک کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: خاوند اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر آپ ان میں سے کسی سے زندگی بھر احسان کرتے رہو تو پھر وہ آپ سے کوئی چیز دیکھ لے تو یہ کہتی ہے کہ میں نے ساری زندگی تم سے کوئی خیر دیکھی ہی نہیں۔[5] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہُ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم عید الاضحی یا عید الفطر کے لیے عید گاہ کی طرف نکلے اور عورتوں کے پاس گزرے تو ارشاد فرمانے لگے: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ اور خیرات کیا کرو، بے شک مجھے دکھایا گیا ہے کہ تمہاری جہنم میں اکثریت ہے۔ وہ کہنے لگیں: اے اللہ پاک کے رسول! وہ کیوں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم گالی گلوچ بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے دین اور عقل میں ناقص تم سے زیادہ نہیں دیکھا۔ تم میں سے کوئی ایک اچھے بھلے شخص کی عقل خراب کر دیتی ہے۔ وہ کہنے لگیں: اے اللہ پاک کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقص کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی نصف مرد کے برابر نہیں؟ تو وہ کہنے لگیں: کیوں نہیں! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کی عقل کا نقصان ہے۔ کیا جب کسی کو حیض آئے تو وہ نماز اور روزہ نہیں چھوڑتی؟ تو وہ کہنے لگیں: کیوں نہیں! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔[6] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہُ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ عید کے دن نماز میں حاضر تھا، آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے خطبے سے قبل بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھائی۔ پھر نماز کے بعد حضرت بلال رضی اللہُ عنہ کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اور اللہ پاک سے ڈرنے کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کرنے پر ابھارا اور لوگوں کو وعظ اور نصیحت کی، پھر عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا: صدقہ خیرات کیا کرو کیونکہ تمہاری اکثریت جہنم کا ایندھن ہے۔ عورتوں کے درمیان سے ایک سیاہ نشان والے رخساروں والی عورت اٹھ کر کہنے لگی: اے اللہ پاک کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! وہ کیوں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ تم شکوہ شکایت بہت زیادہ کرتی اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ حضرت جابر رضی اللہُ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ اپنے زیورات میں سے صدقے کے لیے اپنی انگوٹھیاں اور بالیاں حضرت بلال رضی اللہُ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔[7]

اولیائے کرام کا عشقِ رسول

بنتِ مدثر عطاریہ (صدر، راولپنڈی)

دنیا کا عام اصول ہے کہ اگر کسی شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کرے یا نقصان دینے والی چیز سے بچائے تو وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے تو وہ ذات کریم یعنی آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جو اسے ہمیشہ رہنے والی نعمت عطا فرمائیں اور جہنم کے نا ختم ہونے والے عذاب سے بچائیں وہ تو اور بھی زیادہ لائقِ محبت ہیں۔ عشقِ مصطفےٰ دل کا چین، روح کا قرار، دنیا و آخرت میں نجات کا سبب اور ایمانِ کامل کی نشانی ہے۔ فرمانِ آخری نبی: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔[8] تاریخ عشق ایسی ہستیوں کے ذکر سے مالا مال ہے جنہوں نے اپنا نصب العین عشقِ مصطفےٰ کو قرار دیا۔ عشق کی ان کیاریوں سے چند پھول چنئے:

حضرت امام مالک رحمۃُ اللہِ علیہ کے عشقِ رسول کا عالم تھا کہ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور تعظیم کے لیے خوب جھک جاتے۔[9] معلوم ہوا! عشقِ رسول کا ایک تقاضا یہ ہے کہ جب ذکرِ محبوب ہو تو عاشق کا انداز بتادے کہ

بہ ادب جھکا لو سر وِلا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گلِ تر محمدِ مصطفےٰ چمن ان کا پاک دیار ہے

عاشقوں کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔ حضرت جامی رحمۃُ اللہِ علیہ کی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی التجا پڑھیے:

سگت را کاش جامی نام بودے — کہ آید بر زبانت گاہے گاہے

یعنی کاش! آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا تاکہ کبھی کبھی آپ کی زبانِ مبارک پر آجاتا۔[10]

پھر محبوب کا دیدار عاشق کے لیے آبِ حیات کا کام کرتا ہے۔ حضرت امام ابو الحسن شاذلی و شیخ ابو العباس رحمۃُ اللہِ علیہما فرماتے تھے: اگر ہم لمحہ بھر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جائیں تو خود کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔[11]

دیدار کی بھیک کب بٹے گی — منگتی ہے امیدوار آقا

ذکرِ عشاق ہو اور ذکرِ رضا نہ ہو تو بہت بڑی کمی رہ جاتی ہے۔ عشقِ رسول، تعظیمِ رسول اور ادبِ رسول آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ اپنے نام سے پہلے عبدِ مصطفےٰ لکھا کرتے تھے۔ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے مگر محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی گوارا نہ تھی۔ گستاخوں کا سختی سے رد کرتے تاکہ وہ جھنجھلا کر اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں اور اکثر اس پر فخر فرماتے کہ باری تعالیٰ نے اس دور میں مجھے ناموسِ رسالت کے لیے ڈھال بنایا ہے۔[12]

جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اب ذکر ایسے عاشق کا جس نے لاکھوں کو لذتِ عشق سے آشنا کیا۔ یادِ مدینہ، الفتِ مصطفےٰ الغرض کیا نہیں دیا اس ہستی نے! بات ہے عاشقِ ماہِ رسالت، امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ کے عشقِ رسول کی۔ جس زاویے سے دیکھا جائے تو عشقِ رسول کی روشن کرنیں ایک عالم کو روشن کرتی نظر آتی ہیں۔ محبوب کی ہر ہر شے سے اُلفت حتی کہ خود کو سگِ مدینہ کہلوانا پسند فرماتے ہیں۔ خاکِ مدینہ کا آنکھوں میں سرمہ لگائے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والے عاشق کا انداز کچھ انوکھا نظر آتا ہے۔ کعبے کا طواف دور سے اس لیے کرنا کہ کہیں اس جگہ جہاں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے قدم مبارک رکھے ہوں۔ ساداتِ کرام کا احترام حتی کہ کسی سید صاحب کی کال چلنے پر عشق و مستی عالم میں آواز کو چوم لینا دل میں کسی کے کسی گہرے غارِ ثور کا پتہ دیتا ہے۔

امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ پہلے سنت کو خود اپناتے ہیں پھر امت کو اس کی ترغیب دلاتے ہیں یعنی خود تو سنتوں کے پیکر ہیں ہی ان کی نگاہِ فیض نے سینکڑوں کو راہِ سنت پر چلا دیا۔

عطار سے محبوب کی سنت کی لے خدمت
ڈنکا یہ ترے دین کا دنیا میں بجا دے

اللہ کریم عاشقوں کا صدقہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔ ہمیں بھی عشقِ مصطفےٰ کی لازوال دولت عطا فرمائے۔ عشقِ مصطفےٰ بڑھانے کا اہم ذریعہ مدنی مذاکرہ بھی ہے۔ خود بھی دیکھیے اور دوسروں کو بھی دکھائیے۔

---

(1) تفسیر روح البیان، 6/291 ملخصاً (2) تفسیر روح البیان، 6 / 293 ماخوذاً (3) تفسیر روح البیان، 3 / 187 تا 189 ملخصاً (4) تفسیر صراط الجنان، 7/153 (5) بخاری، 3 / 463، حدیث: 5197 (6) بخاری، 1 / 123، حدیث: 304 (7) مسلم، ص 341، حدیث: 2048 (8) بخاری، 1 / 17، حدیث: 15 (9) الشفاء، 2/42 (10) سگ مدینہ کہنا کیسا، ص 35 (11) شریعت و طریقت، ص 54 (12) فیضانِ امامِ اہلِ سنت، ص 114 ملخصاً

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے تحت ہونے والے 27ویں تحریری مقابلے کے کل مضامین 88 تھے جن میں سے 7 بعض وجوہات کی بنا پر قبول نہیں ہوئے، اس ماہ جامعۃ المدینہ فیضان ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ سے سب سے زیادہ یعنی 11 مضمون موصول ہوئے۔ جو مضامین قبول ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
علما کے فضائل پر 5 فرامین مصطفےٰ	25	فلاح و کامیابی والے 10 اعمال	8	نمازِ مغرب کی فضیلت	11
ریجیکٹ مضامین	2	ریجیکٹ مضامین	3	ریجیکٹ مضامین	2

27ویں مقابلے کے مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی: بنتِ محمد شیر از (مجاہد کالونی)، بنتِ نعیم قادری (گارڈن)، اُمِّ خلاد عطاریہ (ملیر)، بنتِ صادق عطاریہ (لیاقت آباد)، بنتِ صغیر عطاریہ (ڈریم سٹی سوسائٹی)، بنتِ صدیق (گلزار ہجری)، بنتِ منصور (نیول کالونی)، بنتِ جمیل احمد عطاری (نیو کراچی)، بنتِ اسحاق (ملت کالونی)، بنتِ مظہر اقبال (شاہ فیصل ٹاؤن)، بنتِ اکرم (گلشنِ مزدور)، بنتِ محمد اکرم عطاریہ (گلشن معمار)، بنتِ حبیب الرحمن کورائی، بنتِ محمد عدنان عطاریہ (رنچھوڑ لائن)۔ حیدر آباد: اُمِّ حرم عطاریہ (پھلیلی)، بنتِ جاوید (نورانی بستی)۔ سیالکوٹ: بنتِ شبیر حسین عطاریہ، بنتِ محمد نواز عطاریہ، بنتِ اعظم حسین، بنتِ محمد ابدال (بھاگووال)، بنتِ امین حیدر عطاریہ (پنووال)، بنتِ اللہ رحم، بنتِ ارشد جماعتی، بنتِ مالک (بجوات)، بنتِ اقبال عطاریہ، بنتِ محمد عارف (واہگہ)، بنتِ محمد اعجاز (شادیوال)۔ لاہور: بنتِ حافظ علی محمد (ازمیر ٹاؤن)، بنتِ ندیم (جائنہ اسکیم)، بنتِ احمد عطاریہ (مکہ کالونی)، بنتِ محمد خلیل (پسرور روڈ)۔ ساہیوال: بنتِ امجد، بنتِ محمد منشا۔ واہ کینٹ: بنتِ آصف جاوید (گلشن کالونی)، بنتِ شوکت ۔ متفرق شہر: بنتِ محمد الیاس (بارو شریف)، بنتِ امجد علی (جہلم)، اُمِّ حنظلہ عطاریہ (اسلام آباد)، بنتِ اشرف عطاریہ (فیصل آباد)، بنتِ محمد اقبال (راولپنڈی)، بنتِ محمد الطاف (ذاکر آباد)، بنتِ رفیع (اوکاڑہ)، بنتِ اشتیاق۔ ہند: ام عبد اللہ (مرزاپور)، بنتِ شمس الدین۔ گجرات: بنتِ ہاشم شاہ عطاریہ، بنتِ عبد المجید۔ متفرق شہر: بنتِ اکبر (کاشی پور)، بنتِ سید ساجد علی اشرفی (حیدرآباد)، بنتِ عبد الرشید (پاپور)، بنتِ معروف (پونچھ)۔ اوورسیز: بنتِ محمد اقبال (ڈنمارک)، بنتِ امان اللہ (موریشس)، بنتِ عبد الرؤف (ساؤتھ امریکہ)

علما کے فضائل پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

بنتِ خضر (میانوالی)

علم ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو نکھرا ہوا موتی بنا دیتی ہے۔ نفع بخش علم حاصل کرنا زندگی کا اہم فریضہ ہے کہ علم کا حاصل کرنا مرد و عورت پر فرض ہے۔ علم رکھنے والا عالم کہلاتا ہے۔ عالم کی دو قسمیں ہیں: عالمِ باعمل اور عالمِ بے عمل۔ عالمِ باعمل وہ ہوتا ہے جو علم حاصل کرے اور اس پر عمل بھی کرے۔ عالمِ بے عمل جو اس کے برعکس ہو۔ چنانچہ علما کی فضیلت پر پانچ فرامینِ نبوی یہ ہیں:

❶ سب لوگوں سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے۔[1] ❷ مرتبۂ نبوت میں سب سے زیادہ قریب عالم اور مجاہد ہیں۔[2] علما اس لیے کہ انہوں نے رسولوں کے پیغامات لوگوں تک پہنچائے اور مجاہد اس لئے کہ انہوں نے انبیائے کرام علیہمُ الصّلوٰۃُ والسّلام کے احکامات کو بزورِ شمشیر پورا کیا اور ان کے احکامات کی پیروی کی۔[3] ❸ عالم علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔[4] ❹ علما انبیا کے وارث ہیں۔[5] اور یہ بدیہی بات ہے کہ انبیائے کرام علیہمُ الصّلوٰۃُ والسّلام سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں اور انبیا کے وارثوں سے بڑھ کر کسی وارث کا مرتبہ نہیں۔[6] سبحان اللہ! تمام امتِ مسلمہ کو چاہیے کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرے اور دوسروں تک پھیلائے۔ ❺ مزید عالم کی فضیلت میں حدیثِ نبوی ہے: عالموں کی دواتوں کی روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی اور اس پر غالب ہو جائے گی۔[7] سبحان اللہ! کتنی شاندار فضیلت ہے علم والوں کی! تو ہمیں چاہیے کہ علمِ دین حاصل کریں اور اگر یہ نہ ہو پائے تو عالمات کی صحبت اختیار کریں۔ ❻ عالم کو تو عابد پر بھی فضیلت حاصل ہے اگرچہ فرض نماز یا فرض عبادات تو تمام امت پر فرض ہیں لیکن علم حاصل کرنا نوافل وغیرہ سے افضل ہیں جیسا کہ ایک حدیثِ نبوی میں ہے: ایک فقیہ ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔[8]

علم کی بھی بہت ہی اقسام ہیں جیسے علم القرآن، علم حدیث، علم الفقہ، علمِ باطنی، علمِ ظاہری وغیرہ۔ حدیثِ نبوی میں بھی علم کی اقسام بیان فرمائی گئی ہیں۔ فرمانِ مصطفےٰ ہے: علم کی دو قسمیں ہیں:

(1) زبانی علم: جو لوگوں پر اللہ پاک کی حجت ہے۔ (2) قلبی علم اور یہی علم نفع دینے والا ہے۔[9] اللہ پاک ہمیں لوگوں کو نفع دینے والا یعنی علم نافع عطا فرمائے۔ آمین۔ جب علم حاصل کیا جائے تو اسے پھیلایا بھی جائے اور بخل نہ کیا جائے کیونکہ علم ایک ایسا خزانہ ہے جو بانٹنے سے بڑھتا ہے اور علم میں بخل کرنا بہت زیادہ سخت بات ہے کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو اپنا علم چھپاتا ہے اللہ پاک اسے آگ کی لگام دے گا۔[10] الامان والحفیظ۔

پیاری اسلامی بہنو! ہمیں علم حاصل کرنے میں کوشاں رہنا چاہیے اور اسے دوسروں تک پھیلانا چاہیے۔ اللہ پاک ہم سب پر رحم فرمائے اور ہمارے سینوں کو علم نافع سے منور فرمائے۔ آمین۔

علم چھپانا ایک بہت بری بات ہے اور ایسوں کا شمار علمائے سو میں ہوتا ہے یعنی وہ علما جو علم کے حصول سے دنیاوی نعمتوں کے کمانے کا ارادہ رکھتے ہیں یا دنیاوی قدر و منزلت چاہتے ہیں یا دینی واہ واہ کے لیے تو یہ علمائے سو کے زمرے میں آتے ہیں۔ برے علما کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: برے علما کی مثال ایسی چٹان کی سی ہے جو نہر کے منہ پر گر گئی ہو، نہ وہ خود سیراب ہوتی ہے نہ ہی وہ پانی کو راستہ دیتی ہے کہ اس سے کھیتیاں سیراب ہوں۔[11] اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ علم حاصل کرے، اس پر عمل پیرا ہو کر دوسروں تک پہنچانا اپنا اہم فریضہ سمجھے اور علما کی فضیلت کو پائے۔ اللہ پاک ہمیں علم حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

فلاح و کامیابی والے 10 اعمال

بنتِ حافظ علی محمد (از میر ٹاؤن، لاہور)

کامیابی یہ ایک لفظ ہے لیکن ہر کسی کے نزدیک اس کی تعریف الگ ہے۔ کسی کے نزدیک اچھی تعلیم حاصل کرنا کامیابی ہے۔ کسی کے نزدیک بڑا گھر بنالینا کامیابی ہے۔ کسی کے نزدیک پردیس میں جا کر جاب کرنا بڑی کامیابی ہے وغیرہ۔ لیکن ایک مسلمان کی حقیقی کامیابی کیا ہے؟ مسلمان کی حقیقی کامیابی وہ ہے جسے اس کے پالنے والے پیارے پیارے اللہ پاک نے کامیابی قرار دیا ہے۔ اللہ پاک نے کن اعمال کو کامیابی قرار دیا ہے؟ آیئے! قرآن سے پوچھتی ہیں۔ قرآنِ کریم کہتا ہے: ❶ ترجمہ: تو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔ (پ4، اٰل عمرٰن:185) اس آیت میں جنت میں داخلے کو کامیابی قرار دیا گیا۔ لہٰذا مسلمان کی حقیقی کامیابی جنت میں داخل ہونا ہے۔ ❷ ترجمہ: بیشک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ (پ18، المؤمنون:1) اس سے معلوم ہوا! حقیقی کامیابی کو پانے کے لئے ایمان پر جینا مرنا ضروری ہے۔ ❸ ترجمہ: بیشک جس نے خود کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گا۔ (پ30، الاعلیٰ:14) معلوم ہوا! کامیابی کے لئے تزکیہ (پاکی) درکار ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا: صوفیا کے نزدیک تزکیہ کا (مطلب) دل (کو) برے عقیدے، برے خیالات (اور) تصورِ غیر سے پاک کرنا ہے۔[12] ❹ ترجمہ: اور جسے تو نے اس دن گناہوں کی شامت سے بچا لیا تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ24، المؤمن:9) معلوم ہوا! اصل کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن بندے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ ❺ ترجمہ: بیشک ڈر والوں کے لئے کامیابی کی جگہ ہے۔ (پ30، النبا:31) معلوم ہوا! برے اعمال سے بچنے اور اللہ پاک کے عذاب سے ڈرنے والوں کے لئے کامیابی ہے۔ ❻ ترجمہ: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (پ18، النور:51) یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کو کامیابی کہا گیا۔ ❼ ترجمہ: تو رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (پ21، الروم:38)

❽ ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (پ28، الجمعہ:10) یعنی ہر وقت ذِکْرُ اللہ کرنا بھی کامیابی ہے۔ ❾ ترجمہ: بے شک جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔ (پ30، الشمس:9) معلوم ہوا! نفس کو گناہوں سے پاک کرنا بھی کامیابی میں داخل ہے۔ ❿ ترجمہ: اور اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (پ10، التوبۃ:72)

اللہ پاک ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے دونوں جہاں کی کامیابیاں عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نمازِ مغرب کی اہمیت و فضیلت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

بنتِ محمد مالک (سیالکوٹ)

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا آخری کلام یہ تھا: نماز، نماز یعنی نماز کی پابندی کرو اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ پاک سے ڈرو۔ نماز اللہ پاک کی عبادت، مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے۔ اللہ پاک نے جابجا نماز کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: ترجمہ: اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ (پ16، طٰہٰ:14) حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ایمان کے بعد نماز بہت اہم فریضہ ہے۔ نماز اللہ پاک کی یاد کے لیے ہو نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے۔[13]

نماز ادا کرنے سے چند اہم باتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن بشرطیکہ خشوع و خضوع سے ادا کی جائیں۔ ان میں سے چند باتیں یہ ہیں: رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ نماز نیکیوں کے پلڑے کو وزنی بنادیتی ہے۔ نماز سے روزِ محشر اللہ پاک راضی ہو گا۔ نماز قبر کی تاریکی و تنہائی میں ساتھ دیتی ہے۔

1 خادمِ نبی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مغرب کی نماز باجماعت ادا کی اس کے لیے مقبول حج و عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور وہ ایسا ہے گویا اس نے شبِ قدر میں قیام کیا۔[14]

شرح: اس حدیثِ مبارکہ میں مردوں کے لیے ہے کہ مغرب کی نماز باجماعت پڑھنے سے نمازِ فرض ادا ہو گی، ساتھ مقبول حج اور عمرے کے ثواب کا بھی حق دار قرار پائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ شخص ایسا ہے جیسے اس نے شبِ قدر میں ساری رات قیام کیا۔

2 رسولِ نذیر، سراجِ منیر، محبوبِ ربِّ قدیر صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ دلپذیر ہے: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان میں کوئی بات نہ کہے تو بارہ برس کی عبادت کے (ثواب کے) برابر کی جائیں گی۔[15] شرح: اس سے مراد صلاۃ الاوابین ہے اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت ہے۔ اگر نماز ادا کرنے والا فرائض و واجبات کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو وہ صحیح طرح سے انعام اکرام پانے کا حق دار قرار پائے گا۔ اس کے نامۂ اعمال میں بارہ سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

3 نمازِ مغرب کے بعد چھ نوافل ادا کرنے کے متعلق ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں۔[16] شرح: فرائض کی ادائیگی بہت لازمی ہے نوافل قبول ہونے کا دارومدار فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرنے پر ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ میں صلاۃ الاوابین ادا کرنے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے (مشہور فضیلت والے نوافل قضائے عمری کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے) اس لیے جن کی قضا نمازیں باقی ہوں ان کا حساب اس طرح سے لگایئے کہ باقی کوئی نماز نہ رہ جائے اور ان نمازوں کی قضا کا معمول بنالیجئے۔

4 امام احمد اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابو ایوب اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: میری امت فطرت پر رہے گی جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے گتھ جائیں۔[17]

اگر آپ اللہ پاک کی رحمت کی حق دار بننا چاہتی ہیں تو پابندی سے فرض نمازیں وقت پر ادا کرتی رہیں ہو سکے تو فرائض کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتی رہیں ان شاء اللہ مغفرت کا سامان بن جائے گا۔ اگر آپ نیک اعمال پر استقامت پانا چاہتی ہیں تو پابندی کے ساتھ دعوتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام ہر ہفتہ ہونے والے اجتماعات میں شرکت فرماتی رہیں ان شاء اللہ اس کی برکت سے گناہوں سے بچنے والی زندگی گزارنے کا ذہن بنے گا اور آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔ اللہ کریم ہمیں پابندی کے ساتھ وقت پر نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 شعب الایمان، 2/ 269، حدیث: 1720 2 کنز العمال، الجزء 4، 2/ 132، حدیث: 10643 3 مکاشفۃ القلوب، ص574 4 مکاشفۃ القلوب، ص574 5 ترمذی، 4/ 312، حدیث: 2691 6 مکاشفۃ القلوب، ص574 7 کنز العمال، الجزء: 5، 10/ 61، حدیث: 28711 8 ترمذی، 4/ 312، حدیث: 2690 9 تاریخ بغداد، 5/ 107، رقم: 2495 ماخوذاً 10 معجم اوسط، 5/ 340، حدیث: 7532 11 مکاشفۃ القلوب، ص563 12 تفسیر نور العرفان، ص: 977 13 تفسیر نور العرفان، ص499 14 فیضانِ نماز، ص110 15 ترمذی، 1/ 439، حدیث: 435 16 معجم اوسط، 5/ 255، حدیث: 7245 17 ابوداود، 1/ 183، حدیث: 418

بنتِ اکبر عطاریہ
بی اے-کاشی پور، ہند

مرحومہ بنتِ بشیر احمد

مرحومہ سعیدہ خاتون بنتِ بشیر احمد عطاریہ مدنیہ 1984 عیسوی کو شہر پٹیالہ شریف میں پیدا ہوئیں۔

دعوتِ اسلامی سے وابستگی مرحومہ اپنی عمر کے 19 ویں سال سن 2003 میں اپنے بھائی کے دینی ماحول میں ہونے کی برکت کی وجہ سے دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہوئیں۔

تعلیمی قابلیت مرحومہ نے دینی ماحول سے وابستہ ہو کر حصولِ علمِ دین کیلئے عالمہ کورس (درسِ نظامی)، 12 روزہ رہائشی کورس، مدنی قاعدہ کورس اور فیضانِ شریعت کورس کرنے کی سعادت حاصل کی۔

دینی کاموں میں دلچسپی مرحومہ دعوتِ اسلامی کے 8 دینی کاموں میں خوب دلچسپی رکھتی تھیں، مالی حالات اچھے نہ ہونے کے باوجود والد کی طرف سے ملنے والے جیب خرچ کو بھی دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں کیلئے پیش کر دیتیں، خود ان کے اہلِ خانہ کا کہنا ہے کہ مرحومہ نے دعوتِ اسلامی کے لئے مال اور وقت کی قربانی دینے سے کبھی گریز نہ کیا، دعوتِ اسلامی کے ساتھ بے پناہ اخلاص و وفاداری اور دینی کاموں کی لگن کی وجہ سے انہیں علاقہ نگران بنایا گیا، مختلف علاقوں میں جا جا کر اسلامی بہنوں کو دعوتِ اسلامی سے متعارف کرواتیں، یہی وجہ ہے کہ مرحومہ کی انفرادی کوشش کے نتیجے میں کم و بیش 500 سے زائد اسلامی بہنیں دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہوئیں، علاوہ ازیں اسلامی بہنوں کو ڈونیشن کی ترغیب دے کر دعوتِ اسلامی کے لئے عطیات جمع کرتیں، روحانی علاج کا بستہ لگاتیں، جس پر 10 اسلامی بہنوں کو اگرچہ ڈیوٹی دینا ہوتی مگر بسا اوقات مرحومہ مکمل وقت تن تنہا ذمّہ داری نبھاتیں۔

اہلِ خانہ کے ساتھ برتاؤ مرحومہ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت اچھا اور عاجزانہ رویہ تھا، کوئی باتیں سناتا صبر کیا کرتی تھیں، بسا اوقات دینی کاموں کی وجہ سے گھر والوں کی طرف سے کوئی رکاوٹ آتی تو احسن طریقے سے ان کا ذہن بنا کر ان سے دینی کاموں کی اجازت طلب کیا کرتیں۔

علاقہ کی اسلامی بہنوں کے ساتھ برتاؤ مرحومہ علاقے کی اسلامی بہنوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آتیں، کوئی اسلامی بہن بیمار ہو جاتی، اس کی عیادت کو جاتیں، اس کے لئے دعا کرتیں، فوتگی ہوتی تو تعزیت کیا کرتیں، خوشی کے مواقع پر اگر انہیں مدعو کیا جاتا تو خوشیوں میں شریک ہو کر تحفہ دینے کا اہتمام بھی کیا کرتیں۔

مرحومہ کے بارے میں اہلِ خانہ کے تأثرات گھر والے کہتے ہیں کہ مرحومہ نیک، عبادت گزار تھیں، فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ تہجد اور دیگر نوافل ادا کیا کرتیں، پیر شریف کا روزہ رکھتیں، ان کے مزاج میں سادگی اور عاجزی تھی، کبھی بے ادبی یا اونچی آواز میں بات کرنا تو درکنار کبھی گھر کے بڑوں کی بات پر اُف نہ کہا، دینی کاموں کی مصروفیات کے باوجود والدین اور بہن بھائیوں کے مختلف کام کاج کر دیا کرتیں۔

انتقالِ پُر ملال مرحومہ نے اپنی زندگی کے 15 سال دینی کاموں کی خدمت میں گزارے اور بالآخر 34 سال کی عمر میں اس دنیا سے رُخصت ہو گئیں۔ اللہ پاک مرحومہ کی دینی خدمت کو قبول فرما کر انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

شخصیت کا عدمِ توازن
(Personality disorders)

ڈاکٹر زیرک عطاری
(ماہرِ نفسیات،U.K)

ایک انسان کی شخصیت اس کی پہچان ہوتی ہے۔ لباس، اندازِ گفتگو، جذبات کا اظہار، صحیح غلط کا ادراک اور معاشرتی اقدار کا پاس وہ ضروری عناصر ہیں جو کسی فرد کی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ یوں تو ہم میں سے ہر ایک کی شخصیت مختلف ہوتی ہے یہاں تک کہ دو جُڑواں افراد (Identical twins) کے مزاج بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔ لیکن ہم میں سے بعض کی شخصیت اس قدر مشکل ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ چلنا اور زندگی کو نبھانا انتہائی مشکل امر ہوتا ہے۔

ایسے افراد اپنی زندگی کو تو بے مزہ بناتے ہی ہیں لیکن ساتھ میں اوروں کی خوشیوں کو بھی برباد کر دیتے ہیں۔ اس مضمون میں شخصیت کے اعتبار سے ان اقسام کی نشاندہی ہوگی جن کو انگریزی زبان میں Personality disorder کا نام دیا جاتا ہے، اردو میں آپ اسے شخصیت کا عدمِ توازن بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ Personality disorders نفسیاتی طور پر کافی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ انسان کے اُن غیر معمولی رویوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس کی ذات کا مکمل طور پر حصہ بن چکے ہوتے ہیں اور ان غلط رویوں کے نتیجے میں انسان اپنی زندگی میں ہر موڑ پر ناکامی کا سامنا کرتا ہے۔ گھر اور گھر سے باہر سب لوگ اس سے تنگ ہوتے ہیں اور ہر کوئی اس سے جان چھڑانے کی ہی کوشش کرتا ہے۔ آیئے! اب جانتے ہیں کہ Personality disorder کی وہ اقسام جن کی ماہرینِ نفسیات نے مختلف طریقوں سے درجہ بندی کی ہے۔

Paranoid Personality disorder

پیرانائیڈ پرسنالٹی ڈِس آرڈر سے دوچار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆معمولی چیزوں میں بھی بہت زیادہ حساس ہونا ☆دوسروں کی غلطیوں کو معاف نہ کرنا اور ان کو دل میں بٹھا لینا ☆انتہائی شکی مزاج اور معاملات و واقعات کو موڑ توڑ کر ایسے پیش کرنا جیسے اس کی توہین کی گئی ہو ☆جارحانہ انداز سے اپنے حقوق کو فوقیت دینا ☆شریکِ حیات پر تہمت باندھنا ☆اپنے آپ کو سب سے زیادہ ضروری تصور کرنا ☆حالات و واقعات کے بلا جواز مفروضوں میں مشغولیت۔

Schizoid Personality disorder

شیزائیڈ پرسنالٹی ڈِس آرڈر سے دوچار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆کسی بھی طرح کی پُرلُطف سَرگرمی سے لطف نہیں ملتا ☆خوشی یا غمی میں جذبات کا اظہار بہت کم ہوتا ہے ☆دوسروں کے ساتھ نرمی، شفقت، پیار یا غصہ سے پیش آنے کی بہت ہی محدود صلاحیت ☆تعریف یا تنقید پر ذرّہ برابر فرق نہ پڑنا ☆ازدواجی تعلقات کی طرف رجحان کا نہ ہونا ☆اکیلے پَن کو ترجیح دینا ☆اپنے ہی خیالات میں گم رہنا ☆دوستی یا پھر کسی بھروسہ مند تعلق کی طرف میلان نہ ہونا۔

Dissocial Personality disorder

ڈس سوشل پرسنالٹی ڈِس آرڈر سے دوچار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆دوسروں کے جذبات اور احساسات سے حد درجہ بے حسی ☆انتہائی غیر ذمہ دار اور معاشرتی اصول وضوابط کی پاس داری نہ کرنے والا ☆زیادہ دیر تک رشتوں کو برقرار نہ رکھ پانا ☆عدمِ برداشت، غصیلا اور جھگڑالو ☆نہ غلطی کا احساس اور نہ ہی غلطی سے سیکھنا ☆اپنی غلطیوں کا وکیل اور دوسروں کی غلطیوں کا جج۔

Emotionally unstable Personality disorder

ایموشنلی اَنسٹیبل پرسنالٹی ڈِس آرڈر میں مبتلا شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆بے قابو جذبات ☆انجام کی فکر کئے بغیر، بے سوچے سمجھے کوئی کام کر جانا ☆ایسے کاموں سے اگر کوئی روکے

یا ان پر تنقید کرے تو فوراً سیخ پا ہو جانا ☆ پسند کے مطابق کام نہ ہونے پر دوسروں کو تشدد کا نشانہ بنانا ☆ مستقبل کے حوالے سے منصوبہ بندی کا فقدان ☆ اپنی ذات اور مقاصد کی پہچان نہ ہونا ☆ گہرے لیکن غیر مستحکم تعلقات استوار کرنا جس کے نتیجے میں جذباتی بحران کے بھنور میں پھنس جانا۔ پھر ان تعلقات کو جب دوسرا ختم کرنا چاہے تو خودکشی کی دھمکیاں دینا یا خود سوزی کرنا۔

Histrionic Personality disorder

ہسٹریونک پرسنالٹی ڈِس آرڈر سے دوچار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆ اپنے جذبات کو بڑھا چڑھا کر اور ڈرامائی انداز میں پیش کرنا ☆ دوسروں سے یا حالات و واقعات سے فوراً اثر قبول کرلینا ☆ دوسروں کی باتوں پر بہت جلد برا منا لینا ☆ جہاں یہ خود توجہ کا مرکز بنتا ہو ایسے مواقع بار بار تلاش کرنا ☆ دوسروں سے مسلسل داد کی توقع رکھنا ☆ بَن ٹھن کر رہنا یا پھر ایسا اندازِ گفتگو اپنانا جس سے دل کا روگی للچائے ☆ سجنے سنورنے پر حد درجہ توجہ ☆ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوسروں کو قائل کرتے رہنا۔

Anankastic Personality disorder

انانکاسٹک پرسنالٹی ڈِس آرڈر کے شکار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆ بہت زیادہ شکی مزاج ☆ عام سی باتوں پر بھی پھونک پھونک کر قدم رکھنا ☆ ہر کام پر اس قدر تفصیل میں چلے جانا کہ دوسرے کو لگے بال کی کھال اُتار رہا ہو ☆ اصول، فہرست بنانا، درجہ بندی کرنا، منظم کرنا، ان چیزوں میں حد سے تجاوز کرجانا ☆ ہر کام کو Perfect طریقے سے کرنے کی اس قدر جستجو کرنا کہ وہ کام مکمل کرنا ہی مشکل ہو جائے ☆ اپنے اہداف کو پورا کرنے میں اس قدر کھو جانا کہ باقی کسی کی پرواہ نہ رہے ☆ حد درجہ ضدی اور لچک سے محروم ☆ دوسروں کو مجبور کرنا کہ وہ اسی کے بتائے گئے مخصوص طریقے پر ہی عمل کریں۔

Anxious avoidant Personality disorder

اینک شیئس اوائیڈنٹ پرسنالٹی ڈِس آرڈر سے دوچار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆ مسلسل گھبراہٹ اور انجانے خوف میں مبتلا رہنا ☆ اپنے آپ کو نااہل، غیر دلکش قرار دینا اور احساسِ کمتری میں مبتلا رہنا ☆ دوسروں کے سامنے اپنی بے عزتی یا پھر تنقید کا خوف رہنا ☆ دوسرے لوگوں سے اس وقت تک نہ ملنا جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اسے پسند کیا جائے گا ☆ ایسے مواقع سے بچنا جہاں دوسرے لوگوں سے بات چیت ہو کیونکہ اس کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ دوسرے اس سے متفق نہیں ہوں گے اور اس کو دھتکار دیا جائے گا۔

Dependent Personality disorder

ڈیپینڈنٹ پرسنالٹی ڈِس آرڈر سے دوچار شخص میں یہ علامات اکثر موجود ہوں گی: ☆ اپنی زندگی کے ہر فیصلے کے لئے دوسروں پر انحصار کرنا ☆ جن پر انحصار کرتا ہو ان کے ماتحت رہتا ہو اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر فوقیت دیتا ہو ☆ جن پر انحصار کرتا ہو ان کو اپنی جائز حاجات کی بھی درخواست کرنے سے کتراتا ہو ☆ جب اکیلا ہو تو بے چین اور بے یارو مددگار محسوس کرے ☆ یہ ذہن بنا لینا کہ یہ اپنی دیکھ بھال خود نہیں کرسکتا ☆ اسی خوف میں رہنا کہ جن پر انحصار ہے اگر وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو اس کا کیا بنے گا ☆ روز مرّہ کے عام فیصلے کرنے میں بھی حد سے زیادہ دوسروں سے مشورہ اور یقین دہانی لینا۔

ممکن ہے کہ آپ میں بھی ان Personality disorders کی کچھ علامات پائی جائیں۔ چند ایک علامات تو شاید ہر ایک میں موجود ہوں گی، یہ تو نارمل ہے۔ لیکن اگر کسی ایک قسم کے Personality disorder کی اکثر علامات آپ میں موجود ہیں اور اس کے ساتھ آپ کی زندگی مشکلات سے دوچار ہے تو ایسی صورت میں ماہرِ نفسیات سے رجوع کرنا آپ کے لئے فائدہ مند ہوگا۔

اس مضمون کو پڑھنے کے بعد ہو سکتا ہے آپ سوچ میں پڑ جائیں کہ فلاں تو اس Personality disorder کا شکار ہے اور فلاں اس Personality disorder کا۔ تو یاد رکھئے کہ اگر آپ ماہرِ نفسیات نہیں تو نہ صرف دوسروں کی بلکہ آپ اپنی بھی Personality disorder کی تشخیص نہیں کرسکتے۔ ہاں جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی دوسرا واقعی میں Personality disorder سے دوچار ہے تو اس کو آپ یہ مضمون بھیج دیں تاکہ وہ بھی یہ مضمون پڑھ لے۔

یوں تو Personality disorder کی کوئی دوا نہیں ہے لیکن سائیکو تھیراپی کے ذریعے کافی حد تک فائدہ ہو سکتا ہے۔

از شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب وروز

ڈی جی خان کے ایک گرلز اسکول میں کفن دفن اجتماع کا انعقاد

اسکول ٹیچرز کی کفن دفن اجتماع میں شرکت

ڈی جی خان میں دعوتِ اسلامی کی جانب سے ماہِ اپریل میں کفن دفن اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں ویلفیئر اسکول مظفر گڑھ کی 14 ٹیچرز سمیت خاتون پرنسپل نے شرکت کی۔ ڈویژن ذمہ دار اسلامی بہن نے غسلِ میت دینے اور کفن پہنانے کا طریقہ بتایا اور انہیں دعوتِ اسلامی کی ملک و بیرونِ ملک ہونے والی دینی خدمات کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کرنے اور مدنی مذاکرہ دیکھنے / سننے کا ذہن دیا جس پر تمام ٹیچرز نے اچھی اچھی نیتوں کا اظہار کیا۔

اسلام آباد، زون 2 کی تمام ذمہ دار اسلامی بہنوں کا مدنی مشورہ

پاکستان نگران اسلامی بہن نے ذمہ دار اسلامی بہنوں کی تربیت کی

دعوتِ اسلامی کے تحت 16 اپریل 2022ء بروز ہفتہ اسلام آباد، زون 2 کی تمام ذمہ دار اسلامی بہنوں کا مدنی مشورہ منعقد ہوا جس میں پاکستان نگران اسلامی بہن نے ذمہ داران کی افرادی قوت بڑھانے، سالانہ ڈونیشن کے اہداف مکمل کرنے اور دیگر دینی کاموں کو احسن انداز سے کرنے کے متعلق تربیت کی۔ اس کے علاوہ 17 اپریل 2022ء بروز اتوار پاکستان مجلسِ مشاورت نگران اسلامی بہن نے راولپنڈی ڈویژن کی کینٹ کابینہ کی تمام ذمہ دار اسلامی بہنوں کا مدنی مشورہ بھی لیا۔

ڈرگ روڈ کراچی میں چند شخصیات خواتین سے ملاقاتیں

نگران عالمی مجلسِ مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے انہیں دعوتِ اسلامی کے دینی وفلاحی کاموں کا تعارف پیش کیا

پچھلے دنوں نگران عالمی مجلسِ مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے ڈرگ روڈ کراچی میں چند شخصیات خواتین سے ملاقات کی اور انہیں ملک و بیرونِ ملک ہونے والی دعوتِ اسلامی کی دینی خدمات پر مشتمل پروجیکٹس کے بارے میں آگاہی دیتے ہوئے دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں میں معاونت کا ذہن دیا۔ عالمی مجلسِ مشاورت نگران اسلامی بہن نے انہیں فیضانِ نماز کورس کرنے کا بھی ذہن دیا جس پر انہوں نے شوال میں ہونے والے فیضان نماز کورس میں شرکت کی نیتیں پیش کیں۔

آسٹریلیا، سینٹرل افریقہ، ساؤدرن افریقہ کی ذمہ دار اسلامی بہنوں کا بذریعہ انٹرنیٹ مدنی مشورہ

رکن عالمی مجلسِ مشاورت وشعبہ حج وعمرہ کی ذمہ دار نے تربیت کی

دعوتِ اسلامی کے شعبہ حج وعمرہ کے زیرِ اہتمام 19 اپریل 2022ء کو آسٹریلیا، سینٹرل افریقہ اور ساؤدرن افریقہ ریجنز کی ذمہ دار اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے کا سلسلہ ہوا جس میں ان ریجنز کے ممالک (نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، ملبرن، کویت، تنزانیہ، موریشس، یوگنڈا) کی شارٹ کورسز ذمہ داراور مکتبۃ المدینہ ذمہ دار اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ رکن عالمی مجلسِ مشاورت شعبہ حج وعمرہ کی ذمہ دار اسلامی بہن نے اسلامی بہنوں کو مدنی پھول برائے حج بیان کئے اور سنتوں بھرے حج اجتماعات اور تقسیم رسائل کے اہداف دیتے ہوئے انہیں استقامت کے ساتھ دینی کام کرنے کی ترغیب دلائی۔

اسلامی بہنوں کی مزید خبریں جاننے کے لئے وزٹ کیجئے

آفیشل نیوز ویب سائٹ "دعوتِ اسلامی کے شب وروز"

Link: news.dawateislami.net

شوّالُ المکرم کے چند اہم واقعات

پہلی شوّالُ المکرم 43ھ یومِ وِصال
صحابیِ رسول، فاتحِ مصر حضرت سیّدُنا عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1439ھ پڑھئے۔

پہلی شوّالُ المکرم 256ھ یومِ وِصال
امیرُ المؤمنین فِی الحدیث، حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1438ھ
اور المدینۃُ العلمیہ کا رسالہ "فیضانِ امام بُخاری" پڑھئے۔

5 شوّالُ المکرم 617ھ یومِ وِصال
مرشدِ خواجہ غریب نواز، حضرت خواجہ سیّد عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1440ھ پڑھئے۔

6 شوّالُ المکرم 603ھ یومِ وِصال
شہزادۂ غوثِ اعظم، تاجُ الاصفیاء حضرت سیّد عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1438ھ پڑھئے۔

10 شوّالُ المکرم 1272ھ یومِ وِلادت
امامِ اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفر المظفر 1439 تا 1442ھ اور "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کا خصوصی شمارہ "فیضانِ امامِ اہلِ سنّت" پڑھئے۔

11 شوّالُ المکرم 569ھ یومِ وِصال
لیثُ الاسلام، سلطان نور الدّین محمود بن محمود زنگی رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1438 اور 1439ھ پڑھئے۔

15 شوّالُ المکرم 3ھ غزوۂ اُحد
اس غزوہ میں سیّدُ الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت
70 صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان نے جامِ شہادت نوش فرمایا
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1438، 1439ھ
اور مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "سیرتِ مصطفٰی" صفحہ 250 تا 283" پڑھئے۔

شوّالُ المکرم 8ھ غزوۂ حُنین
اس غزوہ میں حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ سمیت
چار صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان نے جامِ شہادت نوش فرمایا
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1439ھ اور
مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "سیرتِ مصطفٰی" صفحہ 453 تا 457" پڑھئے۔

شوّالُ المکرم 38ھ وِصالِ مبارک
صحابیِ رسول، حضرت سیّدُنا صُہیب بن سِنان رُومی رضی اللہ عنہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1439ھ پڑھئے۔

شوّالُ المکرم 54ھ وِصالِ مبارک
اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا سودہ بنت زَمعہ رضی اللہ عنہا
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شوّالُ المکرم 1438ھ
اور المدینۃُ العلمیہ کی کتاب "فیضانِ اُمّہاتُ المؤمنین" پڑھئے۔

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم
"ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے شمارے دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net اور موبائل ایپلی کیشن پر موجود ہیں۔

علمائے اہلِ سنّت سے رابطے میں رہئے

ماہنامہ فیضانِ مدینہ مئی 2022ء

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ

میں نے لوگوں کو اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے دیکھا سنا ہے کہ "مسئلہ مت پوچھو! ورنہ عمل کرنا پڑے گا" مطلب یہ کہ نَعُوْذُ بِاللہ! مسئلہ جان کر آدمی پھنسے گا۔ اس طرح کی بہت ہی عجیب وغریب سوچیں بعض لوگوں کی ہوتی ہیں۔ ضرورتاً مطالعہ کرتے ہوئے میں نے فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے بعض صفحات سو سو بار دیکھے ہوں گے کیمیائے سعادت، احیاء العلوم کے بعض پیج پچاس پچاس بار دیکھے ہوں گے، بعض لوگ دعوتِ اسلامی بننے سے پہلے حسنِ ظن کی وجہ سے مجھے بہارِ شریعت کا حافظ سمجھتے تھے حالانکہ ایسا ہے نہیں، لیکن مسائل پڑھنے کا شوق، مسائل سیکھنے کا شوق، علما سے پوچھنے کا شوق، کراچی کے دور دراز علاقوں میں جاکر ان کے پاس حاضری دینا اور مسائل پوچھنا یہ میرا پُرانا مشغلہ رہا ہے، میں بظاہر چھوٹے سے مسئلے کے لئے بھی "مفتی وقارُ الدّین رحمۃُ اللہِ علیہ" کے پاس چلا جاتا تھا، اسی طرح "دارُ العلوم اَمجدیہ" جاتا تھا، علما سے پوچھتا تھا، احتیاطاً سینکڑوں کہتا ہوں ورنہ مفتی وقارُ الدّین رحمۃُ اللہِ علیہ سے شاید میں نے ہزاروں مسائل پوچھے ہوں گے، میں ان کی بارگاہ میں جاکر بیٹھا رہتا تھا، (بسا اوقات) ہم دو چار افراد مل کر جاتے تھے، (کراچی کے علاقے) ٹاور سے ہم بس میں بیٹھتے، ان کے مکانِ عظمت نشان تک پہنچنے کے لئے تقریباً سوا گھنٹہ لگتا تھا، پھر واپسی میں ہمیں بارہا (علاقہ) "صدر" تک بس ملتی تھی، اس کے بعد وہاں سے "کھارادر" پیدل آتے تھے، کبھی کھارادر تک کے لئے دوسری بس بھی مل جاتی تھی اور رات زیادہ ہوگئی تو کسی سے لفٹ لے لی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مجھے مسائل سے دلچسپی اور انہیں سیکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا، میں مسائل پوچھتا رہتا تھا، اگرچہ اب سیکورٹی وغیرہ کی مجبوریوں کے سبب میرے لئے مختلف مقامات پر پہنچ کر علمائے کرام کی بارگاہوں میں حاضری دینے کی صورت نہیں رہی، تاہم کتابوں کے بغیر میرا گزارا اب بھی نہیں، نیز پوچھتا تو میں اب بھی رہتا ہوں، دعوتِ اسلامی کے دارُ الافتاء اہلِ سنّت کے مفتیانِ کرام سے باری باری موقع بَہ موقع مسائل پوچھنے کا میرا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ الکریم! ہم علمائے کرام سے مَرْبُوط (یعنی ان سے رابطے میں) ہیں، جن لوگوں کو علمائے کرام میں دلچسپی نہیں ہے اور ان سے دینی مسائل دریافت کرنے کا جذبہ نہیں ہوتا، وہ لوگ اکثر غلطیاں کرتے ہوں گے جن کا پتا ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد ہی چلے۔ اللہ کریم ہمیں نفع دینے والا علم عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

نوٹ: یہ مضمون بقرہ عید 1441 ہجری کے تیسرے دن مدنی چینل پر نشر ہونے والے سلسلے "ذاتی تجربات" کی مدد سے تیار کرکے امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ سے نوک پلک سنوروا کر پیش کیا گیا ہے۔

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144

Web: www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

Email: feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net